حضور ملک العلماء: صحیح البہاری کی روشنی میں

ازقلم: مفتی عبدالقیوم ہزاروی، سابق شیخ الحدیث، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان

ائمہ مجتہدین کا وجود اسلام اور ملت اسلامیہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور رحمت عظمیٰ ہے، جنہوں نے مختلف جہات میں اسلام کی تدوین کیلئے کام کیا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ محدث اور ائمہ محدثین کے استاد ہونے کے باوجود انہوں نے اجتہاد و استنباط کی راہ کو ترجیح دی ،جبکہ امام مالک ،امام شافعی اور امام احمد اگرچہ مجتہد مطلق اور فقیہ ہیں ،اس کے باوجود روایت حدیث کا پہلو ان پر غالب رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو اسلاف اور محدثین میں شمار کیا اور اپنی فقہ کو فقہ الحدیث تک محدود رکھا، اسی بناء پر ان ائمہ کے مقلدین اور تلامذہ ائمہ حدیث قرار پائے کہ انہوں نے اپنے مسلک کی مؤید احادیث کو مرتب فرما کر، جوامع ،سنن، معاجم اور مسانید کی صورت میں پیش کیا، خصوصاً شوافع حضرات نے اس میدان میں سبقت دکھائی ہے اور اپنی اس خدمت کے پیش نظر انہوں نے یہ تاثر قائم فرمانے کی کوشش کی کہ شافعی مسلک احادیث کے موافق ہے۔

حالانکہ انہوں نے کتب میں اپنی تمام مساعی ان احادیث کی تخریج پر صرف فرمائی جو ان کی نظر میں اپنی فقہ کی مؤید تھیں اور احادیث کا وہ ذخیرہ جو حنفی مسلک کا مؤید تھا، اس کو انہوں نے نظر انداز فرمایا پھر غیر متعلقہ ابواب کے تحت ذکر کیا اور اگر ان میں سے بعض نے غیر جانبداری سے کام کیا تو صرف اتنا کہ ایسی روایات کو متعلقہ باب کے تحت صرف اپنی بحث میں درج فرمایا۔

لیکن باب کے تحت مطلوب ومقصود انہی روایات کو رکھا جن کو انہوں نے اپنی نظر میں اپنے لئے مؤید سمجھا مثلاً امام مسلم نے "قراءۃ خلف الامام" کے مسئلے میں احناف کے مؤید روایات کا ذکر نہیں فرمایا اور ایک روایت "اذا قرا القرآن فانصتوا" کو ذکر تو فرمایا لیکن غیر متعلق باب تشہد میں اور وہ بھی بحث کے دوران ایک سوال کے جواب میں ذکر کیا، امام ترمذی اس مسئلے میں حنفی مسلک کی مؤید بعض روایات کو غیر متعلق باب میں لائے۔ مگر زیر بحث ذکر فرمایا۔

غرضیکہ ان محدثین نے اپنی کتب میں شافعی مسلک کی مؤید روایات کو ہی درج فرمایا اور ان کا حق تھا، لیکن اپنے اس عمل پر جو نتیجہ انہوں نے مرتب فرمایا، وہ افسوسناک ہے کہ حنفی مسلک احادیث سے مؤید نہیں، بلکہ امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہ اپنی رائے پر مبنی ہے جو احادیث کے مخالف ہے اس تاثر سے انہوں نے احناف کو "اصحاب الرائے" اور کبھی "اہل الرائے" اور کبھی "بعض الناس" وغیرہ نامناسب الفاظ کے ساتھ تعبیر کیا اور یہاں تک کہ فقہاء میں امام اعظم ابوحنیفہ کا نام تک ذکر نہ فرمایا اور اگر شاذ و نادر ذکر کیا بھی تو رد اور طعن کرنے کیلئے۔ ورنہ عام طور پر اہل کوفہ، سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک کو ذکر کر کے حنفی مسلک کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جبکہ اکثر طور پر ان حضرات کی طرف منسوب قول حنفی مسلک نہیں ہوتا۔ میری نظر میں شافعی محدثین خصوصاً صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے امام ترمذی علوم حدیث اور فقہ الحدیث اور اختلاف مسالک کے

www.sunnitableegijamaat.com

جامع اور ماہر ہیں اورانہوں نے کسی حد تک ان فنون میں معتدل اور محقق ہونے کا مظاہرہ بھی کیا۔انہوں نے ہر باب میں اختلاف مسالک کوقول فلاں وفلاں کے ساتھ بیان کرنے کا التزام فرمایا ہے اورفقہ میں غیر معروف حضرات کے نام تک کو یہاں ذکر فرمایا، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ذکر کوانہوں نے غیر معروف تو کیا، شاذ کے مرتبے میں بھی پسند نہ فرمایا اورصرف دومقام پر دوران بحث امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃاللہ علیہ کے نام کاذکر کیا۔

مؤلفین کتب حدیث کے اس انداز کوقابل افسوس تو کہا جاسکتا ہے لیکن اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔کیونکہ کسی بھی کتاب کے مؤلف کواپنی صواب دید کا اختیار رہتا ہے۔اسی اختیار کی بنیاد پر کتاب اپنے مصنف کے مختار کوواضح کرتی ہے، جہاں تک ائمہ حدیث کا اپنے مسلک کی مؤید روایات کے مقابلے میں احناف کو "اہل الرائے"یا"اصحاب الرائے"یا"اہل قیاس" کہہ کر یہ تاثر دینا کہ احناف کی رائے اورقیاس احادیث کے مقابل ومخالف ہے تو یہ تاثر درج ذیل وجوہ کی بناء پر غلط ہے۔

۱۔ محدثین نے اپنی کتاب میں تمام احادیث کوجمع کرنے کا التزام نہیں فرمایا، بلکہ انہوں نے خوداعتراف فرمایا کہ ہمارے پاس محفوظ ذخیرے میں سے کچھ قلیل ان کتب میں مرتب کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے چھ لاکھ میں سےصرف چار ہزار کے قریب، امام مسلم نے تین لاکھ میں سے آٹھ ہزار، امام احمد نے سات لاکھ یا دس لاکھ میں سےصرف تیس ہزار، امام شافعی نے لاکھوں میں سے چند ہزار، امام ترمذی نے لاکھوں میں سے کل تقریباً چار ہزار، امام داؤد نے لاکھوں میں سےصرف پانچ ہزار، امام نسائی نے لاکھوں میں سے چھ ہزارسنن نسائی میں ذکر کیں۔جبکہ ابن ماجہ میں صرف چار ہزار کے قریب ذکر کی گئیں تو باقی ماندہ لاکھوں احادیث کوذکر نہ کرنے کا مقصد یہی ہوسکتا ہے، کہ وہ ان ائمہ کے مسلک کے مؤید نہیں ہیں تو ان کوجواباً کہا جاسکتا ہے۔بقول آپ کے لازم آئیگا کہ آپ حضرات کا مسلک ان لاکھوں احادیث کے مخالف ہو۔

۲۔ کتب صحاح ستہ اوردیگر مشہور کتب مثلاً مسند احمد، مصنف ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق، مسند دارمی وغیرہا میں سینکڑوں وہ احادیث ہیں۔جوان کے مسلک فقہی کے خلاف ہیں، بلکہ احناف کی مؤید ہیں۔اس صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ آپ حضرات کا مسلک ان احادیث کے خلاف ہے۔لہذا آپ بھی اہل الرائے ہیں اوراحادیث کے مقابلے میں قیاس پرعمل پیرا ہیں، مثلاً وضو کے باب میں فلاتستقبلو القبلۃولا تستد بروھا یقبل بعض ازواجہ ثم یصلی ولا یتوضا..ھل ھو الا بضعۃمنک نماز کے باب میں اسفروابا لفجر الامام ضامن ،اذا کبرفکبرو واقرأفانصتوالا ان یکون وراء الامام فھی خداج لم یرفع یدیہ الامرۃ واحدۃمع تکبیرۃالافتتاح کانو یفتتحون الصلوۃ بالحمد.

غرضیکہ ہر باب میں آپ نے متعدد احادیث ذکر فرمائیں اورآپ کاعمل ان کے خلاف ہے پھرباب النذور والایمان میں مذکورتمام مرویات آپ کے مسلک کے خلاف ہیں حالانکہ آپ خودان احادیث کوذکرفرمارہے ہیں اورصحیح قرار دے رہے ہیں، لہذا آپ بھی اہل الرائے ہوئے۔

۳۔ اگراہل الرائے ہونے کا یہی معیار ہے کہ وہ مسلک آپ کی مرویات کے موافق نہ ہو، تو پھر یہ حکم امام مالک، امام احمد، امام نخعی، امام جعفر، امام عبداللہ بن مبارک، امام سفیان ثوری، امام شعبہ، امام اسحٰق، سب پر ہونا چاہئے، کیونکہ عام طور پر ان حضرات کا مسلک آپ کی مرویات کے موافق نہیں ہے۔اسکے باوجودصرف

www.sunnitableegijamaat.com

امام ابو حنیفہ کے لئے یہ حکم کیوں مختص ہے۔

۴۔ آپ کے معیار کے مطابق فقہ شافعی کے بانی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سب سے بڑے اہل الرائے اور تارک الحدیث، مخالف الحدیث قرار پائیں گے۔ کیونکہ ہر مسئلے میں انکے دو مختلف قول ہیں، بغداد میں فقہی مسلک کچھ تھا۔ پھر مصر تشریف لے جانے کے بعد ہر مسئلے میں فقہی مسلک مختلف ہو گیا، ظاہر ہے کہ مسلم محدث ہونے کی حیثیت سے ان کا پہلا اور دوسرا دونوں مسلک احادیث سے مستنبط ہیں جب پہلا مسلک متروک قرار پایا، تو لازم آیا کہ موجودہ شافعی مسلک ان ذخیرۂ احادیث کے مخالف ہے جو پہلے مسلک کا مبنیٰ تھا، تو اتنے بڑے ذخیرۂ احادیث کے مخالف مسلک والے حضرات کا خود کو موافق حدیث اور امام ابو حنیفہ کو مخالف حدیث یا تارک حدیث قرار دینا باعث افسوس ہے۔

لہٰذا لاکھوں احادیث میں سے اپنے مسلک کی تائید کے خیال سے چند ہزار احادیث کو مرتب کر کے یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں امام کا مسلک مطلقاً احادیث کے خلاف ہے۔ یہ بہت بڑی زیادتی اور ناانصافی ہے۔ اس کے باوجود رد عمل کے طور پر ائمۂ احناف کا شوافع حضرات کے مقابلے میں اپنے مسلک کے موافق اور مؤید احادیث کو کتابی صورت میں مرتب نہ کرنا، تعجب خیز ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شوافع حضرات پر حقیقت واضح کرنے کیلئے معرکۃ الآرء کتاب ''شرح معانی الاثار ''مرتب فرمائی، لیکن پھر بھی احناف نے صرف معروف صحاح ستہ پر ہی اپنی توجہ مرکوز رکھی اور اپنے درس و تدریس میں ''شرح معانی الآثار'' کو وہ مقام نہ دیا، جس کی وہ حقدار تھی احناف کے اس استغناء سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شافعی محدثین کے دعوے کو قابل اعتناء نہ سمجھا ورنہ امام طحاوی کی خدمات کو اپنے لئے غنیمت سمجھتے کہ انہوں نے حنفی مسلک کی مؤید احادیث یکجا مرتب کر کے نہ صرف کتابی صورت میں پیش کیا، بلکہ شافعی حضرات پر حقیقت کو واضح کر کے انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر طعن کا مؤثر اور مسکت جواب دیا احناف کے اس طرز عمل نے سوچنے پر مجبور کیا، تو غور و فکر کے بعد جو بات سمجھ میں آئی، وہ یہ ہے، کہ لکل فن رجال ایک حقیقت ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کام کیلئے جس کو پیدا فرمایا۔ اس کو اسی کام کی لگن دے دی لاکھ عوارضات ہوں وہ سب کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی توجہ کو اپنے کام پر مرکوز رکھتا ہے، دیگر ائمہ اور ان کے متعلقین سے اللہ تعالیٰ نے روایت حدیث کے ساتھ ساتھ درایت حدیث کا کام لیا اور انہوں اپنے اس کام کو بام عروج تک پہونچایا۔

لیکن امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے متعلقین کو اللہ تعالیٰ نے جس کام کیلئے منتخب فرمایا، وہ کام انتہائی دقیق اور بلند ہے۔ جس کیلئے فہم و فراست کی انتہائی گہرائی اور تدقیق کے ساتھ ساتھ فہم بلند پرواز بھی ضروری تھی۔ کیونکہ دقیق و رفیع چیز کو حاصل کرنے کیلئے ادق وارفع جد و جہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ احناف کے حصے میں جو کام آیا، وہ قرآن و حدیث کے دقیق معانی اور تاویلات کا فہم و استنباط ہے۔ جو مقاصد شرع اور فطرت انسانی دونوں کے مطابق و موافق ہوں تاکہ ''الدین یسر'' ''یسروا ولا تعسروا'' اور ''لا یرید الله بکم العسر'' کے معیار پر شرائع و احکام کی تدوین ہو سکے، یسر کیلئے ضروری ہے کہ اسکے اصول قطعی اور جامع ہوں کیونکہ شک و انتشار قدم قدم پر مشکلات کا باعث ہوتے ہیں۔ جو اجتماعیت میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے، کہ احناف کے وضع کردہ اصول جہاں مقاصد شرع کے مطابق ہیں وہاں وہ فطرت انسانی کے بھی قریب ہیں اور

www.sunnitableegijamaat.com

جیسے وہ قطعی ہیں ایسے ہی وہ جامع بھی ہیں اسی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں کی دوتہائی اکثریت حنفی مسلک پر عمل پیرا ہے۔ بلکہ مالکی، شافعی، حنبلی بھی بعض مسائل میں حنفی مسلک پر عمل کیلئے مجبور ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے، کہ قرآن وحدیث نے تفقہ اور اجتہاد کا جو اعلیٰ معیار بیان فرمایا، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد وتفقہ ہی اس معیار کا ہے، اب قرآن وحدیث کی روشنی میں معلوم کرنا چاہئے کہ اجتہاد اور تفقہ فی الدین کے مراتب کیا ہیں، اور ائمہ میں سے کس نے کس مرتبے کا کام کیا اور کون سا مرتبہ مقصود شارع ہے اور اس مطلوبہ معیار کو کس نے پایا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہو جائیگا، کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے متعلقین حدیث روایت کی طرف کیونکر متوجہ نہ ہوئے۔ ترمذی، ابو داود، احمد وغیرہم کی روایت کردہ حدیث میں رسول ﷺ کا ارشاد ہے **رب حامل فقہ لیس بفقیہ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ** یعنی حامل حدیث اور راوی حدیث فقیہ نہ ہوگا یا ہوگا لیکن جس کو وہ سنا رہا ہے وہ زیادہ فقیہ اور افقہ ہوگا یہاں افقہ کو حامل اور راوی نہیں فرمایا بلکہ اس تک پہونچ کر روایت کا سلسلہ ختم کردیا گیا۔

ترمذی اور ابن ماجہ کی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں **فرب مبلغ اوعیٰ لہ من سامع (اوعی ای افھم واتقن)** یعنی سننے سنانے اور روایت والے جس کو پہونچا رہے ہیں، وہ افہم و اتقن ہوگا، یہاں بھی جس کو اوعیٰ فرمایا۔ وہ مبلغ ہے یعنی اس کو راوی سے بالا ذکر فرمایا۔ ابونعیم کی روایت ہے **عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین یلھمہ رشدہ** یعنی بہترین فقیہ وہ ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ اپنا رشد الہام فرمائے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ نصوص کے الفاظ ومعانی کے علاوہ الہامی رشد کا بھی حامل ہو اور صرف روایت کی بجائے الہامی ملکے سے بھی کام لے، امام حسن بصری نے فقیہ کی تعریف میں فرمایا **البصیر بامر دینہ** یعنی نصوص کے الفاظ ومعانی اسے باطنی ادراک اور مظہر بنور اللہ کا مقام بھی عطا کرے جبکہ یہ باطنی ادراک منصب روایت سے وراء ہے۔ ان روایات سے ثابت ہوا کہ اعلیٰ وافضل فقیہ کا منصب روایت نہیں۔ بلکہ روایات کا باطنی ادراک وبصیرت ہے، جس کو بروئے کار لا کر اوعیٰ افقہ اور افہم کے منصب پر فائز ہوتا ہے۔

ملا علی قاری نے شرح مشکوۃ میں امام محی السنہ صاحب المصابیح کا قول معالم التنزیل سے نقل فرمایا۔ **لکل آیہ منھا ظھر وبطن** اور **بطن** کی تفسیر میں فرمایا **البطن تاویلہ وقد یفتح اللہ علیٰ المتدبر والمتفکر من التاویل والمعانی ما لا یفتحہ علیٰ غیرہ و فوق کل ذی علم علیم۔** یعنی نصوص میں تدبر اور تفکر سے وہ معانی اور تاویل حاصل ہوتے ہیں۔ جو محض روایت سے حاصل نہیں ہوتے۔ امام محی السنہ کے اس ارشاد سے بھی واضح ہوا، کہ نصوص میں تدبر اور تفکر فقیہ کا اعلیٰ منصب ہے، جو کہ روایت کا منتہیٰ ومقصود ہے۔ ابوداؤد وابن ماجہ کی روایت **العلم ثلاث آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ اوفریضۃ عادلۃ فریضۃ عادلہ** میں ملا علی قاری نے تین قول نقل فرمائے۔ **قیل المراد بھا الحکم المستنبط من الکتاب والسنۃ بالقیاس ،قیل فریضۃ معدلۃ بالکتاب والسنۃ ای مزکاۃ بھما قیل ما اتفق علیہ المسلمون۔**

غرض کہ فریضۃ عادلہ سے مراد استنباط واجتہاد سے حاصل شدہ حکم ہے تینوں اقوال مؤید ہوا اور ایسا کہ اس پر مسلمان متفق ہو پائیں۔ یعنی وہ مستنبط حکم فطری اور قطعی وجامع ہوتا، کہ اس کے معیار پر وہی مستنبط حکم ہوگا، جو کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں سے

www.sunnitableegijamaat.com

مطابقت رکھتا ہو دونوں پر عمل سب کیلئے آسان ہو سکے۔ اس معیار کو قرآن نے یوں بیان فرمایا۔ لعلمه الذين يستنبطونه منهم یہاں علم یستنبطون کے ذریعے اسکی قید منھم کی طرف راجع ہے یعنی استنباط کرنے والوں میں سے بعض ادراک کر لیتے ہیں۔ سب کو یہ مقام حاصل نہیں، اس شان کے استنباط والے مجتہدین میں کون ہے تو متفق علیہ روایت لو كان الايمان عند الثريا لناله رجال من هؤلاء اور ترمذی کی روایت لو كان الدين عند الثريا لتناوله رجال من الفرس۔ جبکہ حلیہ ابو نعیم کی روایت میں یوں ہے۔ لو كان العلم معلقاً بالثريا لتناوله قوم من ابنائے فارس۔

ان روایات میں ایمان دین اور علم پھر عند الثریا معلقاً بالثریا اور نال تناول نیز رجال من الفارس والفرس پر نگاہ اور منھم قابل غور ہیں قرآن وحدیث کی اصطلاح میں علم کا استعمال قطعی اور یقینی معنی میں ہوتا ہے پھر علم کا تعلق یستنبطون ڈالتے ہی واضح ہو رہا ہے کہ ایمان کے مرتبے کا علم جو خود اعلیٰ وارفع یقین ہے عند الثریا فرما کر اس کی رتبی بلندی کو حسی بلندی کی طرح بدیہی قرار دیا پھر معلقاً کی روایت نے یہ بتا دیا کہ وہ یقینی علم دوسروں کے لئے ثریا کے جھرمٹ میں پھنسا ہوا ہے۔ جس کے حصول سے وہ عاجز ہیں اور کنال لتناول من رجال الفارس کے الفاظ والی خبر نے اس کے یقینی حصول کو مؤکد بنا کر فارسی الاصل شخصیت کیلئے مختص کر دیا۔

لہٰذا لعلمه الذين يستنبطون منهم کے مصداق کو ان روایت نے متعین کر دیا کہ استنباط کرنے والوں میں سے یقینی اور قطعی علم یعنی شارع کی مراد اور مقاصد کو پانے والا صرف امام الائمہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ غرضیکہ امام ابو حنیفہ کو جس کام کیلئے اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا، وہ روایات وحکایات نہیں، بلکہ نصوص اور مرویات سے ایسے قطعی اور جامع اصول مستنبط کرنا ہے۔ جو انسانی فطرت کے قریب ہوں، تا کہ لوگ ان کو تسلیم کریں اور فطری رہنمائی پا کر عمل کر سکیں۔ امام ابو حنیفہ کی اس یکتائی کا اعتراف خود ائمہء حدیث اور فقہاء نے فرمایا۔

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاویٰ رضویہ شریف میں نقل فرمایا کہ ائمہء شافعیہ فرماتے ہیں، کہ مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدارک ایسے دقیق ہیں جن کو اکابر اولیاء ہی پہچانتے ہیں اولیائے کرام فرماتے ہیں، کہ امام اعظم و ابو یوسف سرداران اہل کشف ومشاہدہ ہیں "استاد المحدثین امام اعمش" شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ واستاد امام اعظم نے امام سے کہا: اے گروہ فقہاء! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار اور اے ابو حنیفہ تم نے تم دونوں کنارے لئے "امام اجل سفیان ثوری نے فرمایا" ابو حنیفہ کا خلاف کرنے والا اس کا محتاج ہے کہ ان سے مرتبے میں بڑا، علم میں زیادہ ہو اور ایسا ہونا دور ہے "امام شافعی نے فرمایا" تمام جہاں میں کسی کی عقل ابو حنیفہ کی مثل نہیں" امام علی بن عاصم نے کہا اگر ابو حنیفہ کی عقل تمام روئے زمین کے نصف آدمیوں کی عقل سے تولی جائے، تو امام ابو حنیفہ کی عقل غالب آئیگی امام بکر بن جیش نے کہا" اگر ان کی عقل کا تمام اہل زمانہ کی مجموع عقلوں کے ساتھ کریں، تو ایک ابو حنیفہ کی عقل ان تمام ائمہ واکابر و مجتہدین ومحدثین وعارفین سب کی عقل پر غالب آئے "امام شافعی نے فرمایا:" الناس عيال ابي حنيفه في الفقه "امام نضر بن شمیل نے فرمایا" كان الناس نيا مأعن الفقه حتىٰ ايقظهم ابو حنيفة لفقهه بما فتقه وبينه.. خطیب بغدادی نے کہا عوام کیلئے رفق ورافت ہی ابو حنیفہ کی فقہ ہے امام شعرانی شافعی نے فرمایا

www.sunnitableegijamaat.com

عوام ابو حنیفہ کے وجود پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، کہ انہوں نے انکے لئے وسیع گنجائش پیدا کی ہے۔امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا، مذہب حنفی کی کتاب میں جس طرح مضبوط قواعد واصول موجود ہیں ایسے شافعیوں کے ہاں نہیں ہیں۔امام ابو یوسف نے فرمایا: "ما خالفته (ابی حنیفه) فی شیء الدرایت الذی ذهب الیه انجیٰ فی لآخرة و ربما کنت ملت الیٰ الحدیث و کان هو الصبر با لحدیث وقال ما رایت اعلم بشرح الحدیث من ابی حنیفه رضی الله عنه امام ترمذی نے فرمایا 'الفقهاء اعلم المعانی الحدیث " کوصاف اعتراف ہے، کہ رب حامل فقه لیس بفقیه' ورب حامل فقه الیٰ من هو افقه منه کما قال ﷺ کہ امام ابوحنیفہ ہی افقہ کے مصداق ہیں۔

جہاں تک حدیث کے میدان میں خدمات کا تعلق ہے،تو یہاں بھی احناف کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔خود امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کوفقہ کی طرح حدیث میں بھی تقدیم حاصل ہے اور کوئی بھی محدث امام صاحب کے سلسلہ تلمذ سے خارج نہیں ۔لہٰذا کہا جاسکتا ہے ائمہ ثلاثہ کے مقابلے میں امام اعظم کے تلامذہ احادیث زیادہ ہیں۔اگر چہ خالص کتب حدیث اور روایات کی ترتیب میں کثرت دیگر ائمہ کو حاصل ہے۔لیکن وسعت فقہ اور کثرت کتب فقہ کا فخر احناف کو حاصل ہے اور ظاہر ہے کہ کثرت اور وسعت احادیث کی کثرت کو مستلزم ہے۔کیونکہ فقہ فرع ہے اور وہ بغیر اصل محقق نہیں ہوتی لیکن اصل بغیر فرع محقق ہوتی ہے محدثین معترف ہیں کہ نحن صیادلة وانتم یا معشر الفقهاء الاطباء اور فرمایا الفقهاء اعلم بمعانی الحدیث تو معانی حدیث بغیر حدیث اور طبیب بغیر صیادلت ممکن نہیں۔

چنانچہ فقہاء احناف نے کتب فقہ میں جزئیات فقہ کو جابجا احادیث سے مؤید فرمایا ہے۔اسکے علاوہ کتب حدیث خصوصاً صحاح ستہ کی شروح اور تعلیقات میں جو مقام احناف نے پیدا فرمایا ہے۔وہ دوسروں کو حاصل نہیں، باقی رہا،حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کا مسئلہ،تو اس میں خود شافعی حضرات زیادہ مبتلا ہیں۔کیونکہ ان کے ہاں حدیث ضعیف کے وجوہ زیادہ ہیں،تو ضعیف احادیث کی تعداد بھی ان کے ہاں زیادہ ہے۔جبکہ ضعیف حدیث مفید احکام نہیں۔لہٰذا ان حضرات کو احکام کے لئے حدیث کی بجائے قیاس کی طرف رجوع کی ضرورت زیادہ ہے۔مثلاً صرف متصل حدیث ان کے ہاں حجت ہے، باقی تمام اقسام ان کے ہاں ضعیف ہے اس طرح مرفوع کے مقابلے میں باقی دونوں قسموں کو حجت نہیں مانتے نیز مجمل جرح سے بھی حضرات راوی کو ساقط الاعتبار قرار دیکر اسکی روایت کو ضعیف بناتے ہیں۔

جبکہ احناف کے ہاں ہر قسم کی حدیث قیاس سے مقدم ہے بشرط کہ قطعی یا مشہورہ متواتر نص یا شرعی مسلمہ قاعدے کے خلاف نہ ہو، پھر ان حضرات کے ہاں تو صحیح حدیث بلکہ قرآن کے مجمل میں بھی قیاس کو دخل ہے۔کیونکہ مطلق کو مقید پر محمول کرنے کے قاعدے نے ان کو مطلق نص (خواہ قرآن ہو یا صحیح حدیث ہو) کو مقید پر قیاس کرنے پر مجبور رہیں۔حتیٰ کہ قرآن کے اطلاق کو بھی حدیث سے مقید کرنے کے لئے قیاس سے کام لینا پڑتا ہے۔ یونہی ..ما من عام الا ان یخص منه البعض ..انکے اس قاعدے نے ان کو ہر عام قطعی ہو یا ظنی، کو قیاس سے متاثر کرنے پر مجبور کیا ہے، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا، کہ یہ حضرات اپنے قیاس کے اتنے پکے ہیں کہ اپنے قیاس کے مقابلے میں سینکڑوں احادیث کو صحیح کہہ کر متروک العمل قرار دیتے ہیں، ان حضرات کے ہاں ایسے بھی مراحل ہیں کہ وہاں عاجز ہو کر کہہ دیتے ہیں، کہ یہ حدیث ممکن العمل نہیں ہے، وہاں احناف کو بتانا پڑتا ہے کہ آپکا قیاس و قاعدہ ناقص

www.sunnitableegijamaat.com

ہےورنہ حدیث ممکن العمل ہے۔

ان حقائق کے باوجود یہ کہنا کہ احناف اہل الرائے ہیں اورحدیث کے مقابلے میں قیاس کوترجیح دیتے ہیں۔سادگی یا بے خبری کے سوا کچھ نہیں۔احناف کے یہاں یہ عادت نہیں کہ کسی کو جرح کا نشانہ بنایا جائے یا احادیث کوضعیف کہہ کرمتروک قرار دیا جائے، بلکہ وہ قیاس کواستعمال ہی وہاں کرتے ہیں، جہاں کوئی نص یا حدیث نہ ہومثلاً قہقہے والی حدیث کے مقابلے میں احناف نے قیاس وقاعدے کو برطرف رکھ دیا۔احناف نے امام طحاوی، امام زیلعی ،علامہ عینی اورملاعلی قاری رحمہم اللہ تعالیٰ جیسی شخصیات بطور نمونہ دکھائی ہیں۔جن کا جواب ابھی تک سامنے نہیں آیا، ویسے بھی کثرت روایات اگراہم فضیلت ہوتی،توحضرات خلفائے اربعہ اور دیگر اکابرصحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس فضیلت سے خالی نہ ہوتے اورحضرت ابوہریرہ،عمروبن عاص اورحضرت انس جیسے کثیر الروایات صحابۂ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین سے کم ازکم افضل تو نہ ہوتے۔لیکن ایسانہیں۔پھراکابرصحابۂ کرام رضی اللہ علیہم کوحضورعلیہ الصلوٰۃوالسلام کے ساتھ سفروحضر میں معیت زیادہ حاصل رہی اور احادیث کے حفظ وجمع اورکتابت کے مواقع زیادہ پائے۔اس کے باوجودانہوں نے احادیث کے حفظ وجمع اورکثرت الروایات کوترجیح نہ دی بلکہ قرآن وحدیث کےفہم وادراک میں دلچسپی رکھی اوراسی خدمت کوانہوں نے اہم سمجھا،حضورعلیہ الصلوٰۃوالسلام نے خودبھی روایت وحکایت کےمقابلے میں فہم مقاصدوادراک معانی کوترجیح دیتے ہوئے فرمایا.. **لیلنی منکم اولو الا حلام والنهی..** اورخلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم چونکہ اس اہم خصوصیت میں کامل تھے اسی خصوصیت کی بناپرحضورعلیہ الصلوٰۃوالسلام نے فرمایا.. **علیکم بسنتی وسنة خلفائی ..**

ائمہءمجتہدین میں سے خلفاء اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خصوصیت کوکس نے پایا،وہ احناف ہی ہیں جنہوں نے مجردروایات کے جمع وتدوین پراہم مقاصد میں مصروفیات کوترجیح دی اورآج دنیا میں قابل عمل مکمل اورجامع فقہی مسلک اگرموجود ہے،تووہ احناف کی کاوش اورمحنت سے ہے۔جس کااعتراف تمام ائمۂ مسالک نے فرمایا۔

ہندوستان میں حنفی مسلک کی تائید کے لئے خالص احادیث کے مجموع کااحساس احناف کی فقہی کتب میں چونکہ فقہی جزئیات کوقرآن ،حدیث، اجماع وقیاس ادلۂ اربعہ میں کسی نہ کسی دلیل سے مدلل کیا گیاہے۔اس لئے اہل علم نے مجرداحادیث کے مجموعے کی ضرورت محسوس نہ فرمائی اورنہ ہی وہ اس طرف متوجہ ہوئے البتہ بعض اہم فقہی ابحاث کومدلل کرتے ہوئے بعض حنفی اکابر نے اپنے ذوق کے مطابق علمی انداز میں حسب ضرورت احادیث کے کچھ مجموعے مرتب فرمائے ،مثلاً ہندوستان میں ، حضرت الشاہ الشیخ عبدالحق محدث دہلوی نے گیارہویں صدی ہجری میں حنفی مسلک کی تائید کے لئے احادیث کاپہلامجموعہ مرتب فرمایا۔ جس کانام ، **فتح المنان فی تائید مذهب النعمان ..** رکھا۔ پھراسکے بعدبارہویں صدی ہجری میں علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی نے اس موضوع پر.. **عقود الجواهر المنيفه فی ادلة امام ابو حنيفه..** کےنام سےمجموعۂ احادیث مرتب فرمایاتاہم ان مجموعوں کی حیثیت خالص علمی ذوق کےمظہر کی سی رہی ان کولابدی ضرورت نہ سمجھاگیا۔

برصغیرہندوستان پرانگریزنےاپنے تسلط کےبعدمسلمانوں میں افتراق وتشتت پیدا کرنے کی غرض سےاپنی سرپرستی میں ایک گروہ کوائمۂ اربعہ کےمقابلےمیں کھڑاکیا۔جس نےائمۂ اربعہ کی

www.sunnitableegijamaat.com

تقلید کو شرک قرار دیتے ہوئے براہ راست حدیث پر عمل کا دعویٰ شروع کر دیا۔ انگریز کے کاشت کردہ اس پودے نے اپنی جہالت کی بناء پر صحاح ستہ کو ہی تمام ذخیرۂ احادیث قرار دیا۔ احادیث کو صرف صحاح ستہ میں محصور سمجھا اور شور مچایا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی حنفی اکثریت کا مذہب احادیث کے خلاف ہے۔ کیونکہ صحاح ستہ کی حدیث کے مواقف نہیں ہے اس موقع پر ہندوستان کے بعض علماء نے عوام کو تر ود سے محفوظ رکھنے کے احساس سے حنفی مسلک کی مؤید احادیث کو محدثانہ انداز میں مرتب کرنے کا اقدام فرمایا۔ چنانچہ اس دور کی پہلی کوشش علامہ ظہیر احسن شوق بہاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمائی انہوں نے چودھویں صدی ہجری کی ابتداء میں ''آثار السنن'' کے نام سے فقہی ابواب کی ترتیب پر کتاب کو مرتب کرنا شروع کیا۔ لیکن افسوس! کہ ابھی یہ کتاب ''کتاب الحج'' کے آخری ابواب پر تھی کہ مصنف علیہ الرحمہ کا ۱۳۲۲ھ میں وصال ہو گیا۔ علامہ پروفیسر مختار الدین آرزو کے بقول اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۳۱۸ھ میں مصنف علیہ الرحمہ کی حیات میں لکھنؤ قومی پریس میں طبع ہوا جس کے کل صفحات ۲۱۱ تھے جو علماء احناف کے یہاں نہایت مقبول ہوئی اور پروفیسر صاحب مدظلہ کے بیان کے مطابق انکے دور میں یہ کتاب صوبۂ بہار کے دینی مدارس کے نصاب میں شامل تھی، جس سے اس کتاب کی اہمیت اور مقبولیت عیاں ہوتی ہے۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن پاکستان میں ملتان سے شائع ہوا ہے، جس کا راقم الحروف نے مطالعہ کیا ہے میری نظر میں یہ کتاب صحاح ستہ کا درس دینے والے حنفی مدارس کیلئے طہارت، صلوٰۃ اور جنائز کے اختلافی مسائل میں بے حد مددگار ہے۔ اگر مصنف علیہ الرحمۃ کی مساعی سے یہ کتاب مکمل ہو جاتی تو نہ صرف باقی تمام کتب سے مستغنی کر دیتی بلکہ سنن میں اپنا امتیازی مقام حاصل کر لیتی۔

آثار سنن اور اس کے مؤلف کا مختصر تعارف

نام، کنیت اور لقب: ظہیر احسن بن سبحان علی صدیقی، ابوالخیر، شوق

ولادت : بروز بدھ ۴/ جمادی الاولی ۱۲۷۸ھ

وفات : بروز جمعہ ۱۷/ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

شیخ واستاذ: محدث شہیر مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی و مولانا عبدالحی لکھنوی انصاری

سن تالیف آثار سنن: ۱۳۱۴ھ

طبع اول: قومی پریس لکھنؤ ۱۳۱۸ھ دو اجزاء میں کل صفحات ۲۱۱

طبع ثانی مع التعلیقات: مکتبۂ امدادیہ ملتان پاکستان ۱۴۱۸ھ ایک جلد میں کل صفحات ۳۴۲

ابتداء کتاب الطہارۃ.. باب المیاہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لایبولن احدکم فی الماء الدائم الذی یجری ثم یغتسل فیہ اختتام کتاب.. باب زیارۃ قبر النبی ﷺ عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال ان بلالاً رایٰ فی منامہ رسول اللہ ﷺ وھو یقول ما ھذا الجفوۃ یا بلال اما ان لک ان تزورنی. احادیث کی کل تعداد.. ۱۱۱۴ صفحات، کل تعداد.. ۲۱۱

اس سلسلے کی دوسری اور تیسری کوشش چودھویں صدی میں ہوئی۔ اس دور میں مذکورہ موضوع پر حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد عبداللہ بن مولانا سید مظفر حسین حیدر آبادی نے ''زجاجۃ المصابیح'' اور حضرت ملک العلماء علامہ سید محمد ظفر الدین رضوی فاضل بہار نے ''جامع الرضوی المعروف بصحیح البھاری'' کے نام سے کتابیں مرتب فرمائیں، اول الذکر (زجاجۃ المصابیح) کو علامہ ابوالحسنات سید عبداللہ شاہد صاحب حیدر آبادی نے ''مشکوٰۃ المصابیح'' کے انداز پر مرتب فرمایا۔ اس کے ابواب اور ان کے عنوانات بالکل

www.sunnitableegijamaat.com

مشکوۃ کے مواقف ہیں۔لیکن ہر باب میں حنفی مسلک کے مؤید روایات کو یکجا کردیا گیا ہے۔جس میں احادیث ،آثار،سنن اور فتاویٰ صحابہ کا کثیر ذخیرہ موجود ہے، جو حنفی مسلک کیلئے مآخذ کا کام دیتاہے۔اس کے ساتھ مصنف علیہ الرحمہ نے بعض ضروری مقامات پر حواشی کے ذریعے حدیث کے مقصد کو قرآن اور دیگر روایات سے مؤید فرمایا ہے یہ کتاب پانچ جلدوں میں مکمل ہوئی ہے۔ جس کا خاکہ حسب ذیل ہے۔

جلداول:کتاب الایمان تا باب الاعتکاف کل صفحات ۵۹۰

جلدثانی:فضائل القرآن تا باب النذور کل صفحات ۶۰۹

جلدثالث:کتاب القصاص تا کتاب الرؤیا کل صفحات ۴۶۴

جلدرابع : کتاب الاداب تا باب بدالخلق وذکر الانبیاء ۴۱۴

جلدخامس:فضائل سید المرسلین تا ثواب ھذہ الامۃ کل صفحات ۴۰۵

"مشکوٰۃالمصابیح" کےمقابلےمیں"زجاجۃ المصابیح "کوبعض خصوصیت نے ممتازکیاہے۔

۱۔ بخاری شریف کے انداز پر ہر کتاب کے ابتداء میں متعلقہ قرآنی آیات کوجمع کیاگیا۔

۲۔ مشکوٰۃ میں جہاں شافعی مسلک کی رعایت سے عنوان قائم کئے گئے ہیں۔ان مقامات میں یہاں حنفی مسلک کی رعایت سےعنوان قائم کئے گئے ہیں۔

۳۔مشکوٰۃ میں مسئلے سے متعلق احادیث کوتین فصلوں پرمنتشر کیا گیا ہے۔جبکہ یہاں ان احادیث کویکجا کردیا گیا ہے۔

۴۔ کسی مسئلے میں اگر احناف کے اقوال کا اختلاف ہوتو یہاں مفتیٰ بہٖ قول کی مؤید روایات کوفراہم کیاگیا ہے۔

۵۔ اگرمؤید روایات پر کچھ فنی اعتراض تھا،تو حواشی میں اس اعتراض کورفع کیاگیا ہے۔

۶۔ مشکوٰۃ میں تقریباً ہر باب کو تین فصلوں پر منقسم کیا گیا ہے۔مگر یہاں فصلوں کا التزام نہیں کیا گیا۔

۷۔ زجاجۃ کوپانچ اجزاء پر منقسم کرکےقاری کیلئے استفادے میں آسانی پیدا کی گئی ہے اوراس مقصد کیلئے جلد کا سائز بھی متوسط رکھا گیا ہے۔

۸۔ حدیث کی یہ واحد مکمل کتاب ہے، جوکسی ہندوستانی عالم نے کتب حدیث کے مواقف تمام فقہی ابواب پر حنفی مسلک کی تائید میں مرتب فرمائی۔

"زجاجۃ المصابیح" اور اس کے مؤلف کا مختصر تعارف

نام، کنیت اور لقب :سید عبد اللہ بن سید مظفر حسین شاہ ، ابوالحسنات ،محدث حیدرآبادی

استاذ:مولانا علامہ مولوی محمدعبدالرحمٰن بن مولانا احمدعلی سہارنپوری

سن تالیف:۱۳۶۸ھ

مقام تالیف:حیدرآباد(دکن)

طبع اول :۱۳۷۳ھ حیدرآباد

طبع ثانی بمساعی جمیلہ:مصنف کےتلمیذوخلیفہ ،مولاناعبدالستار ہیں۔ ۱۴۱۱ھ خیریہ کتب خانہ کوئٹہ پاکستان۔

جامع الرضوی المعروف بصحیح البھاری

و حضور ملک العلماء مولانا سید محمد ظفرالدین رضوی

تعارف کتاب ومصنف:

مصنف کے فرزند ارجمند فاضل شہیر، ادیب لبیب، پروفیسر مختارالدین احمد آرزو نے"صحیح البھاری" کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کے موقعہ پر یکم رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ مطابق ۷/مارچ ۱۹۹۲ء میں مصنف اورکتاب کا تعارف قلم بند فرمایا،پروفیسر صاحب کا یہ تعارفی مقالہ ۳۴/صفحات پر مشتمل

www.sunnitableegijamaat.com

ہے۔تحریر مختصر ہے، مگر دلائل مبسوط ہے۔جس کے متعلق انہوں نے خود فرمایا۔

یہ چند صفحات مصنف علام حضور ملک العلماء فاضل بہار پر جن میں صرف انکی زندگی اور تصانیف پر گفتگو کی گئی ہے ارتجالاً لکھ دئے گئے یہ اوراق انشاء اللہ ایک مکمل سوانح عمری کیلئے جس کی ترتیب و اشاعت کی ضرورت ہے، پیش خیمہ ثابت ہوں گے۔

(مختار الدین احمد)

پروفیسر آرزو صاحب مدظلہ کے بیان سے مؤلف اور تالیف کے متعلق معلومات کا خلاصہ درج ذیل ہے، نام، کنیت، لقب او رولدیت، (علامہ مولانا مولوی) ظفر الدین ابوالمختار، حضور ملک العلماء فاضل بہاری قادری رضوی ابن عبدالرزاق اشرفی۔

پیدائش: ۱۰ر محرم الحرام ۱۳۰۳ھ۔وفات ۱۱ر جمادی الآخر ۱۳۸۲ھ

مشہور اساتذہ:

اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی، مولانا وصی احمد محدث سورتی، مولانا احمد حسن کانپوری، مولانا بشیر احمد علی گڑھی،

مولانا حامد حسن رامپوری، مولانا کبیر الدین، مولانا ابراہیم، مولانا عبداللطیف، مولانا محی الدین اشرف، مولانا بدرالدین اشرف، مولانا مہدی حسن، مولانا محمد اسماعیل بہاری، قاضی عبدالرزاق، مولانا فخر الدین، مولانا منعم، مولانا اکرام الحق، مولانا معین اظہر، مولانا عبداللہ کانپوری۔

مدارس جہاں تعلیم حاصل کی:

گھر، مدرسہ غوثیہ حنفیہ بین پٹنہ، مدرسہ حنفیہ پٹنہ، دارالعلوم کانپور، امداد العلوم کانپور، احسن المدارس کانپور، "دارالحدیث پیلی بھیت، مصباح التہذیب بانس بریلی، منظر اسلام بریلی شریف،

مدارس جہاں تدریس فرمائی:

منظر اسلام بریلی شریف، دارالعلوم جامع مسجد شملہ، مدرسہ حنفیہ آرہ ضلع شاہ آباد، مدرسہ خانقاہ کبیریہ سہسرام، مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ، جامعہ لطیفیہ بحرالعلوم کٹیہار ضلع پورنیہ، مدرسہ ظفر منزل پٹنہ، جبکہ جامعہ نعمانیہ لاہور کیلئے تقرری ہوئی مگر بریلی سے شملہ کیلئے اچانک منتقل ہونا پڑا۔

جن مدارس کے قیام میں سعی فرمائی:

اعلیٰحضرت کے یہاں حاضری کے بعد منظر اسلام بریلی کے قیام کیلئے مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی سمیت پہلے طالب علم بنے۔جامع مسجد شملہ میں مدرسہ قائم فرما کر تدریس کی۔زندگی کے آخری دور میں جامعہ لطیفیہ کٹیہار میں دس سال تدریس کے بعد اور کچھ پہلے، اپنے گھر پٹنہ میں ظفر منزل کو مدرسے کی صورت دی۔

بعض شریک درس حضرات:

مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی، مولانا غلام مصطفےٰ، مولانا محمد ابراہیم اوگانوی، سید غلام محمد بہاری، سید عبدالرحمن بتھوی، مولانا محمد اسمٰعیل بہاری، مولانا سید عاشق حسین فاضل شمسی، مولانا مفتی عمیم الدین، مولانا ظہور نعیمی، مولانا حافظ عبدالرؤف نائب صدر مدرس جامعہ اشرفیہ مبارکپور، مولانا نظام الدین بلیاوی، مولانا محمد یحیٰی بلیاوی۔

چند مشہور تلامذہ:

مولانا احسن الہدیٰ، مولانا قمر الہدیٰ، مولانا سید فرید الحق، مولانا نذیر الحق رمضان پوری وغیرہم۔

چند مشہور معاصرین:

مولانا حامد رضا خان، مولانا حسن رضا خان، مولانا مصطفےٰ رضا خان، مولانا محدث کچھوچھوی، مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مولانا امجد علی صدر الشریعہ، مولانا عبدالسلام جبلپوری،

www.sunnitableegijamaat.com

مولانا احمد اشرف، مولانا دیدار علی، مولانا احمد مختار، مولانا عبدالعلیم میرٹھی، مولانا رحیم بخش، مولانا لعل خان، مولانا عبد الاحد، مولانا عبدالباقی، مولانا شفیع احمد، مولانا حسنین رضا خان۔

تصانیف:

مختلف فنون کے مختلف موضوعات پر کل ستر کتابیں مرتب فرمائیں۔جن میں بعض مشہور درج ذیل ہیں۔

شرح کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ	۱۳۴۴ھ
خیر السلوک فی نسب الملوک	۱۳۳۳ھ
بدر الاسلام لمیقات کل الصلوٰۃ والصیام	۱۳۳۵ھ
مؤذن الاوقات	۱۳۳۵ھ
تنویر السراج فی ذکر المعراج	۱۳۵۳ھ
نافع البشر فی فتاویٰ ظفر	۱۳۴۹ھ
حیات اعلیٰ حضرت	۱۳۴۹ھ
المجمل المعدد لتالیف المجدد	۱۳۴۷ھ
الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت	۱۳۳۰ھ
جواہر البیان	۱۳۳۳ھ
عافیہ (صرف)	۱۳۳۵ھ
چودہویں صدی کے مجدد	۱۳۶۷ھ
الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری	۱۳۴۵ھ

اجمالی تعارف کے بعد مناسب تھا، کہ مصنف علیہ الرحمہ کے متعلق کچھ تفصیلی تعارف قارئین کی نظر کیا جاتا۔لیکن پروفیسر آرزو صاحب نے اپنے تعارفی مقالے میں مصنف علیہ الرحمہ کے متعلق شخصی اور نجی معلومات، دین وملت کیلئے ان کے پرخلوص جذبات، احقاق حق و ابطال باطل میں مجاہدانہ مصروفیات، علوم وفنون کی کثرت و بہتات، تدریس وتالیف میں کثیر باقیات، زہد وتقویٰ پر دال قابل اعتبار واقعات اور ان کو آغوش تربیت میں رکھنے والی یکتا شخصیات کو جامع انداز میں بیان کردیا ہے، اگرچہ مصنف علیہ الرحمہ کی ظاہری اور باطنی عظمت کے اظہار میں پروفیسر صاحب کا اتنا ذکر کردینا کافی تھا، "جس ذات گرامی سے انہوں نے سب سے زیادہ علمی فیوض حاصل کیے، وہ اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔جن کی صحبت بابرکت میں برسہا برس رہے "یا اعلیٰحضرت کے خلیفہ تاج الدین لاہوری کے نام ایک مکتوب کو بیان کردینا ہی مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت کا جامع بیان تھا۔"

مکرمی مولوی ظفر الدین قادری فقیر کے ہاں اعز طلباء سے ہیں اور میرے بجان عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی، اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں، میں اتنا ضرور کہوں گا، کہ سنی، خالص مخلص، صحیح العقیدہ، ہادی، مہدی، عام درسیات میں عاجز نہیں، مفتی ہیں، واعظ ہیں، مصنف ہیں، مناظرہ بعونہ تعالیٰ کرسکتے ہیں، علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ" اور پھر اعلیٰحضرت نے مصنف کے نام اپنے ایک مکتوب میں یوں فرمایا "آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے ثبات علی السنہ ہے اب کون زائد ہے، کس پر نعمت بیشتر ہے، آپ کو دین سے اور دین کو آپ سے نصر" اور کبھی یوں اظہار فرمایا "حبیبی، ولدی، قرۃ عینی، اور کبھی یوں خطاب فرمایا "ولدی الاعز، حامی سنت، ماحی فتن، جان پدر بلکہ از جان بہتر" کلام الامام کے اس امام الکلام نے مصنف علیہ الرحمۃ والرضوان کے متعلق ہمہ پہلو باکمال بلکہ انتہائی باکمال اور جامع بے مثال ہونے کی شہادت دیدی، تو امام اہلسنت، مجدد ملت رہبر شریعت وطریقت، مخزن علوم، مظہر عجائب قدرت کی اس جامع توصیف کے بعد کسی دوسرے کی کیا ہمت ہے کہ وہ مؤلف کی

www.sunnitableegijamaat.com

توصیف وتالیف کادعویٰ کرے ہاں "اما بنعمت ربک فحدث" کے تحت اس نعمت الٰہی کی مدح ہر ممنون پر لازم ہے کہ یہ شکر الٰہی ہے نفس نعمت کا ذکر اور اسکی مدح بھی منعم کا شکر ہے۔

تعارف کتاب :

علامہ پروفیسر آرزو صاحب نے اپنے مقالے میں تعارف کتاب مختصر مگر جامع انداز میں بیان فرمایا ،لہذا راقم الحروف پروفیسر صاحب کے بیان کی روشنی میں کتاب سے متعلق کچھ وضاحتی معروضات پیش کریگا۔ پروفیسر صاحب نے فرمایا ،اس کتاب کا نام "الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری" رکھا، اس پر حاشیے میں پروفیسر صاحب نے فرمایا جلد اول ،کتاب العقائد کے اس نسخے پر جو بخط مصنف ہے۔جلی قلم سے نام "سنن الرضوی" لکھا ہے۔ناموں کی تطبیق بیان کرتے ہوئے پروفیسر صاحب نے حاشیے میں فرمایا ،ممکن ہے پہلے یہی نام رکھا ہو۔لیکن جب کام زیادہ پھیلا تو سنن پر جامع کو ترجیح دے کر مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے "الجامع الرضوی" رکھ دیا ہو"۔

پروفیسر صاحب کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب کا نام پہلے "سنن الرضوی" تھا۔پھر وسعت کی وجہ سے "الجامع الرضوی" کو ترجیح دی گئی، جبکہ معروف نام "صحیح البہاری" رہا، اصطلاح محدثین میں فقہی ابواب واحکام پر مرتب احادیث کے مجموعے کو، سنن ،اور مخصوص آٹھ ابواب جن میں ، آداب ،تفسیر ،فتن ،اشراط ، اور مناقب شامل ہیں کے تحت مجموعۂ احادیث کو جامع کہتے ہیں ،اگر محدثین کی اصطلاح کا لحاظ کیا جائے ،تو "سنن الرضوی" بترکیب اضافی کتاب کا نام درست ہے۔کیونکہ پروفیسر صاحب نے اپنے تعارفی مقالے میں اور خود مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مقدمے میں جو مشمولات کتاب ذکر فرمائے۔ان کے مطابق اصطلاحی نام ،سنن ہی مناسب ہے۔ان مشمولات میں الجامع ،کے آٹھ ابواب میں سے کم ازکم چار ابواب تفسیر ،فتن ،اشراط اور مناقب کا ذکر نہیں ہے ،لہذا اصطلاحی طور پر کتاب کا نام "الجامع الرضوی" یا "جامع الرضوی" ترکیب توصیفی ہو یا اضافی کسی طرح درست نہیں۔

پھر پروفیسر صاحب نے اپنے تعارفی مقالے میں ایک جگہ بترکیب اضافی "جامع الرضوی" لکھا اور جہاں کتاب کا مستقل تعارف دیا۔ وہاں اسی کے حاشیے پر بترکیب توصیفی "الجامع الرضوی" ذکر فرمایا، جبکہ شمولیت کے پیش نظر اصطلاحی طور پر اس کتاب کا نام "الجامع" درست نہیں ہے۔حالانکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں جلد ثانی ، کے مطبوعہ حصص کے ٹائٹل پر بھی جلی قلم میں بترکیب اضافی "جامع الرضوی" لکھا ہے۔

میری نظر میں اس کتاب کا نام "جامع الرضوی" دو طرح سے درست قرار دیا جا سکتا ہے۔ایک یوں کہ جامع اصطلاحی مراد لیا جائے اور توجیہہ یہ کی جائے ، کہ مذکورہ مشمولات کو مصنف علیہ الرحمہ نے ابتدائی خاکے کے طور پر فرمایا، جبکہ جامع ، کے بقیہ ابواب کا اضافہ بھی مقصود تھا، دوسری توجیہہ جو کہ ظاہر ہے ،مصنف علیہ الرحمہ نے اس کتاب کے نام میں ،جامع ،کو اصطلاحی معنی میں استعمال نہیں فرمایا ، بلکہ لغوی معنی سے ،جامع کو مضاف قرار دیا۔یعنی رضوی کا مرتب کردہ مجموعۂ احادیث ،اس لغوی معنی کے اعتبار سے ترکیب توصیفی بھی درست ہو جاتی ہے ، کیونکہ **لا مشاحۃ فی الاصطلاح** لیکن بترکیب اضافی "جامع الرضوی" بالکل درست ہے۔جیسا کہ مصنف علیہ الرحمہ نے خود مقدمے میں ذکر کیا اور فرمایا **ھذا ثانِ المجلدات الصحاح الست لجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری** مجلد اور مطبوعہ کتاب کے ٹائٹل پر بھی بہ عنوان جلی "جامع الرضوی" منظور فرمایا۔اس کی تائید مزید یہ ہے کہ معروف نام میں بھی صحیح البہاری بترکیب اضافی مقدمے میں ثبت فرمایا۔پروفیسر صاحب

www.sunnitableegijamaat.com

کے مقالے میں جہاں بترکیب توصیفی ''الجامع الرضوی'' لکھا گیا۔ وہ تصرف ناسخ معلوم ہوتا ہے معروف نام صحیح البہاری مصنف نے مقدمے میں اور پروفیسر صاحب نے بھی ہر جگہ یہ نام بترکیب اضافی ذکر فرمایا ہے۔ لہٰذا یہ متعین ہے اور قرین قیاس بھی ہے۔ کیونکہ محدثین کی اصطلاح میں ''صحیح'' حدیث کے اس مجموعے کو کہا جاتا ہے۔ جس میں مصنف نے صحیح احادیث کو جمع کرنے کا التزام کیا ہو۔ جبکہ ہر مصنف کی شرائط صحت مختلف ہیں۔ لہٰذا کسی کتاب کے ''صحیح'' ہونے کا معیار مصنف خود متعین کرتا ہے۔ اس لئے کتاب کو ''صحیح'' سے معنون کرنا ہر محدث کی اپنی اصلاح پر موقوف ہے۔ حضرت فاضل بہار محدث رضوی نے ''صحیح'' کے متعلق اصطلاح یوں بیان فرمائی ہے:

''ان احادیث الکتاب اما صحاح او حسان لما صرح العلماء ان الحدیث المروی من طرق ضعیفة لیصل الیٰ درجة الحسن کما سیاتی فلما وصل الحدیث الضعیف بکثرة الطرق الیٰ درجة الحسن لم یبق ضعیف اصلاً ولذا لم جهدافی تکثیر الاحادیث ما استطعت لیر تقی الضعیف الیٰ درجة الحسن والحسن الی الصحیح (مقدمة الکتاب، الفائدة الاولیٰ)

یعنی اس کتاب کی احادیث صحیح ہیں یا حسن ہیں۔ کیونکہ علماء نے تصریح فرمائی ہے، کہ ضعیف حدیث، جب متعدد طرق ضعیفہ سے مروی ہو تو وہ درجہ حسن کو پہونچتی ہے۔ جب ضعیف کے طرق متعدد ہو جائیں تو پھر وہ ضعیف نہیں رہتی۔ اسلئے میں نے اپنی پوری کوشش سے ہر حدیث کے کثیر طرق جمع کیے ہیں۔ تاکہ حدیث، ضعف سے حسن اور حسن سے درجۂ صحیح تک پہنچ جائے۔

لہٰذا ''صحیح البہاری'' میں ''صحیح'' منسوب الی المصنف ہے۔ تو بترکیب اضافی یہ عنوان، اصطلاحی طور پر بھی درست ہے ویسے بھی معروف کتب صحاح کی طرح مصنف علیہ الرحمہ کو بھی تقلیب کا حق ہے۔ جس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اس کتاب کو جو حقیقتاً زمرۂ سنن میں ہے ''جامع الرضوی'' المعروف بصحیح البہاری'' سے معنون کرنا برحق ہے اور مصنف کا ابتداءِ مقدو رمقدمہ میں ''ھذا مجلدتان من المجلدات الصحاح الست'' فرمانا بھی صحیح اور درست ہے، کہ المجلدات کو الصحاح اور الست دو صفات سے موصوف فرمایا۔ کیونکہ یہ صحیح البہاری کی چھ مجلدات ہیں، تو ظاہر ہے، مجلدات بھی صحاح ہیں۔

پروفیسر علامہ آرزو صاحب نے فرمایا: ملک العلماء نے اس کتاب کی جمع وتبویب میں عمر کا خاصہ حصہ صرف فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فقہ حنفی کی تائید میں یہ کتاب مرتب فرمارہے تھے۔ چونکہ فقہ جزئیات کے احکام سے بحث کرتی ہے خصوصاً فقہ حنفی، جس کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ جزئیات کے دائرے کو وسیع تر بناتی ہے۔ اسکی موافقت میں احادیث کی تخریج کا دائرہ بھی وسیع کرنا ضروری تھا، جس کے لئے مصنف علیہ الرحمہ کو ممکن الحصول کتب احادیث کی تلاش۔ حصول۔ اور پھر ان کی ورق گردانی کرنا پڑی۔ پھر وہ دور بھی ایسا تھا، کہ ماسوائے چند تمام کتب حدیث مطبوعہ نہ تھیں، تو قلمی نسخوں کیلئے سفر بھی ضرور کرنا ہوا، اس سلسلے میں مصنف علیہ الرحمہ کی محنت اور کاوش کا اندازہ صحیح البہاری کو دیکھ کر کیا جا سکتا ہے۔ کتاب میں ایک ایک مسئلے پر جمع کردہ ذخیرۂ احادیث دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے، کہ اتنا بڑا ذخیرہ مصنف کو کہاں سے اور کیسے میسر ہوا۔

مثلاً ایک مسواک کے مسئلے میں ۱۲ فصلیں اور ہر فصل میں کثیر احادیث جو ۲۵ سطری ۷ صفحات میں پھیلی ہیں۔ جن کی تعداد

www.sunnitableegijamaat.com

ایک سو کے قریب ہے۔تو اندازہ کیا جا سکتا ہے، کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس کتاب کی جمع وتبویب میں عمر کا کتنا حصہ صرف کیا ہوگا، حالانکہ انہوں نے تمام عمر تدریس، تبلیغ اور افتاء میں بسر فرمائی اور مزید یہ کہ ''صحیح البہاری'' کے علاوہ مختلف فنون میں ستر کتب بھی تصنیف فرمائی ہیں۔اس سے ان کے قلم اور عمل کی سرعت کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے، پروفیسر صاحب نے مقالے میں فرمایا:

''اسے چھ جلدوں میں مکمل کرنے کا منصوبہ بنایا ،اس منصوبے کی تفصیل کو مصنف علیہ الرحمہ نے خود اپنے مقدمے میں ذکر فرمایا ہے۔جس کی تلخیص پروفیسر صاحب نے فرمائی ہے لہذا اس خاکے کی تفصیل معلوم کرنے کیلئے مصنف علیہ الرحمہ کے مقدمے کو دیکھا جائے۔جس میں عقائد سمیت طہارت سے لیکر فرائض تک فقہ کے تمام ابواب کو چھ جلدوں میں تقسیم کرتے ہوئے ہر جلد کے مشمولات کو بیان کیا گیا ہے۔اگر اس سنن صحیح البہاری کی تالیف مکمل ہو جاتی اور مطبوعہ جلد ثانی کے اندازے پر ہر باب کی فقہی جزئیات کی مؤید احادیث کا ذخیرہ یکجا جمع ہو جاتا ،تو نہ صرف فقہ حنفی کی احادیث کے ساتھ مکمل مطابقت عیاں ہو جاتی، بلکہ حدیث کے میدان میں بھی احناف کا دیگر محدثین پر تفوق واضح ہو جاتا ، نیز یہ کہ فقہ کو حدیث کے مقابل اور جدا سمجھنے والوں کی جہالت نمایاں ہو جاتی اور نافہم لوگوں کو معلوم ہو جاتا ، کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ کی طرح حدیث میں بھی امام اعظم ہیں۔

صحیح البہاری کی تقسیم کے متعلق پروفیسر صاحب مدظلہ کی بیان کردہ تلخیص کا خلاصہ یہ ہے، کہ کتاب العقائد تا کتاب الفرائض تمام ابواب و چھ جلدوں پر تقسیم کر کے ہر جلد ایک ہزار صفحات پر مرتب کرنے کا پروگرام تھا۔لیکن اس پروگرام پر عمل کی مکمل تفصیل کے بیان سے اعراض فرمایا، عملی کام کے متعلق صرف اتنا بیان کیا کہ جلد اول یعنی کتاب العقائد میں اختلافی مسائل تھے اس لئے اسے پہلے نہ شائع کر کے دوسری اور تیسری جلد جو طہارۃ ،نماز، زکوۃ اور حج پر مشتمل تھی ،شائع کرنے کا منصوبہ فاضل مؤلف نے بنایا۔اس لئے کہ عام مسلمانوں کو ان مسائل کی واقفیت کی زیادہ ضرورت ہے۔

اشاعتی منصوبے میں دوسری اور تیسری دونوں جلدوں کا ذکر ہے۔ لیکن اشاعتی عمل میں صرف جلد ثانی کی اشاعتی تفصیلات کو بیان فرمایا، یہاں تیسری جلد کی اشاعت کا بیان چھوڑ دیا اشاعت کے منصوبے میں تیسری جلد کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے، کہ تیسری جلد کا کم از کم مسودہ ضرور موجود تھا، جبکہ یہاں حاشیے میں صرف پہلی جلد کے مسودے کا ذکر کیا کہ میرے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے، لیکن تیسری جلد کے مسودے کا ذکر نہ فرمایا۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ جلدوں کی طرح تیسری جلد کا مسودہ بھی موجود نہیں ہے، اگر ہوتا تو ضرور ذکر فرماتے۔حالانکہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مقدمے میں جس طرح چھ جلدوں اور ان کے مشمولات کو تفصیل سے بیان فرمایا۔اس سے تمام جلدوں کی مسودات کے وجود کا اندازہ ہوتا ہے۔لیکن مقدمے کی عبارت میں یہ بھی ہے **ھذا مجلد ثان من المجلدات الصحاح الست لجامع الرضوی المعروف بصحیح البهاری الذی اردت جمعه وترتیبه.الخ.**

جس سے ایک احتمال ابھرتا ہے ہذا کا مشار الیہ ذہنی ترتیب ہے، اور کسی جلد کا مسودہ تیار نہیں جیسا کہ ''اردت'' کا لفظ دال ہے۔بعد میں جلد ثانی مرتب کر کے شائع کی گئی جبکہ مقدمہ مرتب ہو چکا تھا۔دوسرا احتمال یہ ہے، کہ ہذا کا مشار الیہ جلد ثانی کا مسودہ ہے اور، ''اردت'' کا تعلق بقیہ مجلدات سے ہے یعنی جلد ثانی کیلئے یہ مقدمہ الحاقی ہو بقیہ جلدوں کے لئے غیر الحاقی ہو، جبکہ دوسرا احتمال ظاہر ہے۔پروفیسر صاحب کی مسودات سے خاموشی بھی اس

www.sunnitableegijamaat.com

کی تائید کر رہی ہے۔اس صورت میں مصنف علیہ الرحمہ کے چھ جلدوں اور انکے مشمولات کے تفصیلی بیان کو ذہنی خاکے پر محمول کیا جائیگا۔تاہم پروفیسر صاحب مدظلہ کا تیسری جلد کو اشاعتی منصوبے میں ذکر کرنا قابل فہم ہے پروفیسر صاحب نے پہلی جلد کتاب العقائد کے متعلق جو ذکر فرمایا، کہ وہ اختلافی مسائل پر مشتمل ہے درست ہے اور اس سے پہلے دوسری جلد کی اشاعت کی بیان کردہ وجہ بھی درست ہے۔

لیکن پہلی جلد کو سرے سے اشاعتی منصوبے میں ذکر نہ کرنے کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔کم از کم دوسری جلد کے ساتھ تیسری جلد کی طرح پہلی جلد کو بھی اشاعتی منصوبے میں ذکر تو کیا ہوتا، جبکہ اسکا مسودہ بھی تیار تھا، جیسا کہ پروفیسر صاحب نے حاشیے میں ذکر فرمایا کہ ’’جلد اول کا مسودہ بخط مؤلف رحمۃ اللہ علیہ راقم کے ذاتی کتب خانے میں محفوظ ہے، صفحات ۲۶۱ سطور فی صفحہ ۲۱/اس میں ۶۰۰/ابواب ہیں اور احادیث کی تعداد کا تخمینہ تین ہزار کے قریب ہے، اسکی ابتداء ۲۷/جمادی الاولیٰ ۱۳۴۱ھ کو ہوئی‘‘تو تیسری جلد (جس کا مسودہ معلوم نہیں) کو اشاعتی منصوبے میں ذکر کرنا اور جلد اول (جس کا مسودہ بالکل تیار اور محفوظ ہے) کو ذکر نہ کرنا قابل غور ہے، جہاں تک راقم الحروف کے فہم کی رسائی ہے اس کے مطابق دوسری جلد کی اشاعت کے مقابل میں پہلی جلد کی اشاعت عام مسلمانوں کیلئے زیادہ اہم تھی۔کیونکہ عقائد کا معاملہ ہر مسلمان کیلئے مقدم اور ضروری ہے۔خصوصاً دیوبندیت وہابیت کے فتنے کے دور میں جس کے خلاف مصنف اور ان کے شیوخ رحمہم اللہ تعالیٰ مصروف جہاد تھے۔لہٰذا جلد اول کا مسودہ مکمل ہونے کی صورت میں دوسری جلد کی اشاعت کو مقدم اور ضروری سمجھنا ناقابل فہم ہے، پھر عقائد کو اتنا غیر اہم قرار دینا، کہ اشاعت کے منصوبے سے ہی خارج رکھا جائے یہ کم از کم مصنف علیہ الرحمہ کے مشن کے خلاف ضرور ہے۔

لہٰذا جلد اول کتاب العقائد کو اشاعت میں مؤخر کرنے کی کوئی معقول وجہ ضرور ہے وہ میری نظر میں یہ ہے کہ جلد اول کا مسودہ در اصل ابھی مکمل تیار نہ تھا۔مسودے کے جس حصے کا ذکر فرمایا وہ بیشک محفوظ ہے لیکن مکمل نہیں اس کی ایک دلیل جو بالکل واضح ہے کہ مسودے کے ابواب کی فہرست سے پہلے ابتدائی صفحے کی پیشانی پر ایک طرف بخط مصنف علیہ الرحمہ تحریر ہے۔

فہرس مایقال صحیح البھاری بحسب الکتب والرسائل الرضویہ پھر اس عنوان کے تحت اعلیٰحضرت کی کتب ورسائل کو ذکر کرتے ہوئے پہلی سطر میں ’’سبحان السبوح‘‘ از صفحہ ۱/تا ۱۴/ اسی طرح پورے صفحے کتب ورسائل کو نمبر وار ذکر کر کے فہرست تیار کی گئی ہے اور اس فہرست کی آخری کتاب ’’تجلی المشکٰوۃ‘‘ کو نمبر ۶۲ روے کر از ۲۶۱/تا ۲۶۱/لکھا ہے۔اس صفحے کی آخر میں ’’ختم شد خاتمہ‘‘ کے الفاظ بھی تحریر شدہ ہیں جب ابواب کی فہرست اور کتاب کو دیکھا۔صفحہ ۱/تا ۱۴/’’سبحان السبوح‘‘میں ذکر کردہ احادیث کو ابواب کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔جس کا مطلب جیسا کہ عنوان سے عیاں ہے، کہ اعلیٰحضرت کی کتب ورسائل میں ذکر کردہ احادیث متعلقہ عقائد کو جلد اول میں قائم کردہ مناسب ابواب کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔حالانکہ اس فہرست میں اعلیٰحضرت کی جن کتب کو ذکر کیا گیا ہے، ان کی کل تعداد ۶۲/رہے۔جبکہ ابھی سینکڑوں ایسی کتب باقی ہیں، جن میں اعلیٰحضرت نے احادیث متعلقہ عقائد ذکر فرمائی ہیں۔دیگر رسائل و کتب کا ذکر چھوڑیئے،اس فہرست میں فتاویٰ رضویہ کی جلد اول دوم کے سوا بقیہ جلدوں کا ذکر نہیں۔حالانکہ فتاویٰ کی چھٹی جلد عقائد وکلام سے متعلق ہے۔جس کا ذکر یہاں ضرور ہونا چاہئے تھا۔تو معلوم ہوا، کہ ابھی مصنف علیہ

www.sunnitableegijamaat.com

الرحمہ کی نظر میں اس جلد کا کام باقی تھا، باقی رہا یہ سوال، کہ اس مذکورہ صفحے کے آخر میں ختم شدہ خاتمہ کے الفاظ ہیں تو اسکی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جلد ثانی کی طرح جلد اول کی بھی کئی حصص پیش نظر ہوں تو جلد اول کے حصّہ اول کا خاتمہ۔ختم شد۔ ہو اور مسودے کے نامکمل ہونے کی دوسری دلیل یہ کہ متعدد صفحات میں متعدد جگہ حدیث نامکمل درج ہے۔ متن مکمل نہیں، یا ابتداء میں راوی صحابی کا ذکر یا آخر میں منقول عنہ کتاب حدیث کا ذکر نہیں ہے۔ ایسے تمام مقامات میں بیاض ہیں، جس کا مطلب واضح ہے، کہ ابھی مصنف علیہ الرحمہ کا ان بیاضات کو پر کرنا باقی تھا اور تیسری دلیل یہ ہے، کہ ابواب کی فہرست کو کتب ورسائل کی مرتبہ فہرست کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔ جس کتاب میں عقائد سے متعلق جو حدیث ملی ہے اس کے مناسب باب قائم کر دیا گیا ہے۔ یعنی ابواب کی ترتیب میں مناسبت کا کام بھی باقی تھا ورنہ ابواب کی موجودہ فہرست میں انتشار ہے جو کسی بھی سلیم الطبع کے ہاں قابل تہذیب ہے۔

غرضیکہ کتاب میں بہت سے بیاضات ہیں جس کا مطلب واضح ہے کہ ابھی مصنف علیہ الرحمہ کا ان بیاضات کو پر کرنا باقی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ مسودے میں ابواب کی فہرست کو کتب ورسائل کی مرتبہ فہرست کے مطابق مرتب کیا گیا ہے، جس کتاب میں عقائد سے جو حدیث ملی وہیں۔ اس کا مناسب باب قائم کر دیا گیا ہے، یعنی ابواب کی ترتیب میں ابھی مناسبت کرنا باقی ہے ورنہ ابواب کی موجودہ فہرست میں انتشار ہے جو مصنف علیہ الرحمہ کی طبع سلیم سے بعید ہے۔

اس لئے اس کی تہذیب ضرور ان کے پیش نظر ہوگی، یہاں ایک خدشہ ہے، جو مذکورہ وجوہ کے نتیجے کو مشکوک بناتا ہے، وہ یہ کہ اس ابتدائی صفحے میں جس پر کتب ورسائل اعلیٰحضرت کی فہرست ہے۔ فہرست کے آخر میں ختم شد، خاتمہ، کے الفاظ بخط مصنف درج ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جلد ثانی کی طرح جلد اول کے بھی کئی حصص مصنف علیہ الرحمہ کے پیش نظر ہو سکتے ہیں، تو جلد اول کے حصہ اول کی فہرست کا، خاتمہ، اور ختم شدہ، مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس جلد اول کتاب العقائد کے سرنامے کے مطابق ابھی کام خصوصاً ''فتاویٰ رضویہ'' کی چھٹی جلد کتاب السیر عقائد وکلام والے اہم حصے کی احادیث کو شامل کرنا باقی ہے۔

جلد اول کتاب العقائد :

مکرمی پروفیسر علامہ آرزو صاحب کے تعارفی مقالے میں جلد اول کے تعارفی ذکر اور اس پر ان کا لکھا ہوا حاشیہ راقم الحروف کے ناقص فہم پر مبنی تبصرے کو مرتب کر دیا جائے، تو جلد اول کا تعارف مکمل ہو جاتا ہے کہ جلد اول، عقائد کی مختلف ابحاث پر مشتمل ہے۔ اس کے کل صفحات ۲۶۱/ ہیں اور ہر صفحہ ۲۱/ سطری ہے۔ اس میں تقریباً ۶۰۰/ یعنی ۶۵۸/ ابواب ہیں۔ آخری باب ..۶۵۸/ کا عنوان حرمت الزکوۃ علی بنی ہاشم ہے، اور احادیث کی تعداد کا تخمینہ تین ہزار کے قریب ہے۔ مسودے کی صورت میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے پروفیسر علامہ مختار الدین آرزو صاحب سابق صدر شعبۂ عربی اور اسلامیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ہاں ان کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے۔ یہ مسودہ بخط مؤلف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محفوظ ہے۔ جس پر مؤلف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جلی قلم سے ''سنن الرضوی'' لکھا ہے اگرچہ یہ مسودہ بادی النظر میں مکمل معلوم ہوتا ہے، لیکن بعض وجوہ کے بناء پر اس کو مکمل قرار دینا قرین؟

اس مسودے کی فوٹو کاپی (فوٹو اسٹیٹ) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد سرپرست اعلیٰ ادارۂ تحقیقات ''امام احمد رضا'' کراچی نے حضرت پروفیسر علامہ آرزو سے حاصل کی اور اس کی ایک فوٹو کاپی پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے راقم الحروف کو دی اور فرمایا ''صحیح البہاری''

www.sunnitableegijamaat.com

کی جلد اول پر کام نہایت ضروری ہے، لہٰذا ’’رضا فاؤنڈیشن‘‘ لاہور کے تحت یہ کام مکمل کیا جائے ۔اگر چہ ’’فتاویٰ رضویہ‘‘ پر بھاری کام اور اس کی اشاعت کا بندوبست بھی ’’رضا فاؤنڈیشن‘‘ نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔اس کے باوجود ’’صحیح البہاری‘‘ کی اہمیت کے پیش نظر اس ذمہ داری کو راقم الحروف نے قبول کیا۔کیونکہ اس جلد اول پر کئی جہات سے کام کی ضرورت ہے۔اس لئے ابھی نصف مسودے پر کام باقی ہے، متن حدیث کی تصحیح، روایت کرنے والے صحابی کا نام ، اصل منقول عنہ کتاب کا نام (ماٰخذ) کی جہاں ضرورت تھی مکمل کرنے کے بعد تخریج کا کام کیا جارہا ہے۔پورے مسودے پر اس کام کے بعد ابواب کی طبعی ترتیب کیلئے تقدم وتاٗخر کا کام کیا جائیگا۔’’فتاویٰ رضویہ‘‘ پر کام میں عجلت کی وجہ سے ’’صحیح البہاری‘‘ کی جلد اول پر کام سست ہے اس کے علاوہ درمیان میں کئی اہم کتب پر کام کو اشاعت تک پہونچایا جاتا ہے، جبکہ اس وقت ’’الدولۃالمکیہ‘‘ بمع حواشی کی تخریج کا کام زیر تکمیل ہے اور ساتھ ’’مالی الحبیب‘‘ (جس کا ’’الدولۃالمکیہ‘‘ کیساتھ گہرا تعلق ہے) کو بھی زیر عمل رکھا گیا ہے، تا کہ ساتھ ساتھ اسکی تخریج بھی مکمل ہوجائے ۔صرف تخریج وتحقیق کا کام ہوتا تو کچھ آسانی ہوتی ۔مگر ’’رضا فاؤنڈیشن‘‘ کو ہی اشاعت کا کام بھی کرنا پڑتا ہے۔جس کی وجہ سے وقت زیادہ صرف ہوتا ہے۔اس کے باوجود الحمدللہ دس سال میں ’’فتاویٰ رضویہ‘‘ کی چودہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ جبکہ پندرہویں اور سولہویں جلدیں زیر کتابت ہیں، اس دوران کئی کتب ورسائل پر کام مکمل ہوا اور وہ شائع بھی کی گئیں۔

صحیح البھاری ،جلد دوئم

(طہارۃ وصلوٰۃ) کا پہلا ایڈیشن

حضرت علامہ پروفیسر آرزو صاحب نے جلد دوم کے پہلے ایڈیشن کے متعلق تفصیل کو یوں بیان فرمایا۔ ’’صحیح البہاری کی جلد دوم جو طہارت اور صلوٰۃ کی احادیث پر مشتمل ہے، آسانی کیلئے چار حصوں میں شائع کی گئی ، پہلا حصہ یعنی کتاب الطہارۃ ۲۲۰/ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ۱۲/۲۳۴ احادیث درج ہیں، یہ حصہ شیخ غفور بخش کے ابوا لعلائی الیکٹرک پریس آگرہ سے ۱۹۳۱ء میں چھپا بقیہ تین حصے جو کتاب الصلوٰۃ پر مشتمل ہیں، سید منظر علی دسنوی کے برقی پریس سبزی باغ پٹنہ سے ۱۹۳۲ء میں چھپنے شروع ہوئے اور ۱۹۳۷ء میں اختتام پذیر ہوئے (جلد دوم) کا دوسرا حصہ ۲۸۸/ صفحات پر مکمل ہوا۔اس میں ۳۰۶۸/حدیثیں ہیں تیسرے حصے کے صفحات ۲۱۶/ ہیں، اور حدیثوں کی تعداد ۲۱۳۶/ ہے، چوتھے حصے کے صفحات کی تعداد ۲۳۹/ ہے ۱۸۴۹/، احادیث پر مشتمل ہے، مکمل (جلد دوم) کے صفحات ۹۶۰/ ہیں اور احادیث کی مجموعی تعداد ۹/۲۸۷ تک جا پہنچی ہے۔مختصر لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں، کہ صحیح البہاری کی مطبوعہ جلد دوم تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور احدیث کی تعداد دس ہزار ہے۔

وضاحت :

پہلے حصے کتاب الطہارۃ کے ۲۲۰/صفحات میں سے پہلے ۲۶/صفحات خطبے اور مقدمے پر مشتمل ہیں لہٰذا کتاب الطہارۃ کی احادیث کے صفحات کی تعداد ۱۹۴/ اور جلد دوم کے مجموعی صفحات کی تعداد ۹۳۴ رہوئی جس کو آسان لفظوں میں تقریباً ایک ہزار کہہ سکتے ہیں، اس وضاحت کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ خطبے اور مقدمے کا تعلق صرف جلد دوم یا اس کی کتاب الطہارۃ سے نہیں ہے بلکہ ان کا تعلق جملہ کتاب صحیح البہاری سے ہے، صحیح البہاری جلد دوم کے حصۂ اول، کتب الطہارات کی ابتداء، کتاب الوضوء ،باب فوائد الوضو،حدیث ’’عن ابن عمر رضي لله تعالیٰ عنه قال قال

www.sunnitableegijamaat.com

رسول اللہ ﷺ لا یقبل صلوٰۃ بغیر طہور ولا صدقۃ من غلولٍ رواہ مسلم والترمذی الخ اور اختتام، باب استعمال المدر بعد البول، حدیث عن امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان یبول ثم یمسح ذکر بحجر ثم یمسہ الماء رواہ عبد الرزاق" اور اس کے افتتاحی الفاظ یہ ہیں ہذا آخر ما اردنا ایرادہ و تبویبہ و جمعہ و ترتیبہ من الاحادیث فی کتب الطہارۃ بعدہ درود شریف۔

حصہ دوم کتاب الصلوٰۃ کی ابتداء، باب فریضۃ الصلوٰۃ، آیۃ کریمہ قال اللہ تعالیٰ، اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین اور اختتام، باب الرعاف فی الصلوٰۃ حدیث عن ابن عمر رضی للہ تعالیٰ عنہ قال من رعف فی الصلوٰۃ فلینصرف فلیتوضا فان لم یتکلم بنی علی صلوتہ وان تکلم استانف رواہ ابن شیبہ اس کے آخر میں اختتامی الفاظ یہ ہیں ہذا آخر ما اردنا جمعہ فی الحصۃ الثانیۃ للمجلد الثانی من جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری بعدہ درود شریف حصہ سوم کتاب الصلوٰۃ المکتوبۃ کی ابتداء، باب الصلوٰۃ الخمس، حدیث عن ابن الصامت رضی للہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ خمس صلوٰتٍ کتبہن اللہ تعالیٰ علی العباد، الخ رواہ الامام مالک الخ" اور اختتام باب قراۃ المعوذتین فی السفر "حدیث عن عقبۃ بن عامر رضی للہ تعالیٰ عنہ قال سالت رسول اللہ ﷺ عن المعوذتین امن القرآن ہما فامنا رسول اللہ ﷺ فی صلوۃ الفجر بہما۔ رواہ الحاکم فی المستدرک" اس کے آخر میں اختتامی الفاظ یہ ہیں ہذا آخر ما اردنا جمعہ فی الحصۃ الثالثہ للمجلد الثانی من جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری" بعدہ درود شریف۔

حصۂ چہارم: کتاب الجنائز کی ابتداء "باب المرض وثوابہ" حدیث عن ابی سعید رضی للہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ قال ما یصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا ہم لا حزن ولا اذیٰ ولا غم حتیٰ الشوکۃ یشاکہا الا کفر اللہ بہا من خطایا رواہ البخاری ومسلم اور اختتام باب الصلوٰۃ والسلام عند قبر رسول ﷺ حدیث عن ابن عمر رضی للہ تعالیٰ عنہ غیر انہ اذا قدم من سفر اتیٰ قبر النبی ﷺ فقال السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا اباہ رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ باسناد صحیح" اس کے آخر میں درود شریف کے بعد التجا اور دعا۔

مصنف علیہ الرحمہ نے جلد دوم کے حصۂ اول کتاب الطہارۃ میں کتاب الغسل اور کتاب التیمم کو اور حصۂ دوم (کتاب الصلوٰۃ) نے کتاب صفۃ الصلوٰۃ اور کتاب الجماعۃ والامامۃ، کو حصۂ سوم کتاب الصلوٰۃ المکتوبۃ) میں، کتاب الصلوت المستحبۃ، کو حمد و صلوٰۃ سے شروع کیا ہے، اور حصہ سوم کے آخر میں درود شریف کے بعد ۱۵ صفر ۱۳۵۶ھ کی تاریخ درج ہے۔

صحیح البہاری جلد دوئم کا دوسرا ایڈیشن

حضرت پروفیسر علامہ آرزو صاحب نے اپنے تعارفی مقالے کے آخر میں صحیح البہاری کے دوسرے ایڈیشن کے متعلق لکھا ہے "صحیح البہاری آج سے نصف صدی پہلے شائع ہوئی تھی۔ اس کے نسخے کمیاب ہی نہیں، اب نایاب ہو گئے تھے۔ دوسرا ایڈیشن

www.sunnitableegijamaat.com

شائع کرنے کی عرصے سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی لیکن "کل امر مرھون باوقاتہ" احادیث نبوی کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی سعادت یعنی "بلغوا عني ولو آيةً" والے ارشاد گرامی کی تعمیل پاکستان کے عزیز کرم فرما حضرات کیلئے مقدر ہو چکی تھی۔ جن کی توجہ اور عنایت سے یہ کتاب دوبارہ شائع ہو کر منظر عام پر آرہی ہے۔ خدا انہیں جزائے خیر دے اور توانا اور تندرست رکھے کہ وہ بدستور دینی و علمی خدمات انجام دیتے رہیں۔ اس مقالے کے اختتام پر پروفیسر صاحب کے نام۔ مختار الدین احمد سابق صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، کے ساتھ، تاریخ یکم رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ مارچ ۱۹۹۲ء لکھی ہے اور پتہ یہ درج ہے، ناظمہ منزل ۴/۲۸۶ امیر نشان روڈ علی گڑھ۔ ۲۰۲۰۰۲ (ہندوستان) اس صفحے کے آخر پر حاشیے میں پروفیسر صاحب نے اشاعت میں حصہ لینے والے حضرات کا نام اور اشاعت پر کل اخراجات کا ذکر کیا ہے، دوسرے ایڈیشن، کتاب کے ٹائٹل والے ورق کے دوسرے خالی صفحے کے آخر میں پریس کا نام خواجہ پرنٹنگ پریس کھوکھر محلہ حیدرآباد چھپا ہوا ہے۔

دوسرے ایڈیشن کے تعارف کیلئے پروفیسر صاحب کی یہ تحریر، پتہ اور تاریخ، اور پھر پریس کے نام اور پتے سے واضح ہو گیا ہے کہ کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء میں خواجہ پرنٹنگ پریس حیدرآباد سندھ پاکستان سے شائع ہوا اس موقعہ پر بعض حضرات کی درخواست پر جناب پروفیسر آرزو صاحب خلف الرشید حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یکم رمضان ۱۴۱۲ھ مطابق ۷/ مارچ ۱۹۹۲ء کو مصنف اور مصنف پر تعارفی مقالہ قلم بند فرمایا، یہ ۴۴/ صفحات پر مشتمل مقالہ کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی ابتداء میں شامل ہے اس کا عنوان "حیات و تصانیف ملک العلماء حضرت مولانا سید محمد ظفر الدین قادری" ہے حضرت پروفیسر مختار الدین احمد آرزو صاحب نے عنوان کے مطابق مصنف کی شخصی، نجی احوال اور قومی، دینی، ملی اور ملکی خدمات کے ساتھ زندگی بھر درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور اشاعت و تبلیغ کے مشاغل کو نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ مختصر، مگر جامع انداز میں بیان فرمایا اور آخر میں مصنف علیہ الرحمہ کی تالیفات کا تفصیلی تعارف بھی دیا ہے۔ یہ مقالہ کیا ہے، کوزے میں دریا نہیں سمندر بند ہے، جزاہم اللہ خیراً۔

وضاحت: صحیح البہاری جلد ثانی کے مطبوعہ چار حصے دو جلدوں میں یہاں پاکستان میں بعض علماء کے پاس موجود تھے اس علمی خزانے سے مستفید ہونے والے حضرات نے اس مجموعے کو عجوبۂ روزگار قرار دیا اور اس کی دوبارہ اشاعت کو نہ صرف علمی خدمت بلکہ تدریس حدیث و فقہ میں مصروف علمائے احناف کے لئے سرمایہ تدریس قرار دیا، حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سرپرست اعلیٰ "ادارہ تحقیقات امام احمد رضا" کراچی نے اس کی اشاعت کیلئے بعض مخلصین کو متوجہ کیا، جنہوں نے ڈاکٹر صاحب کی تحریک پر سرمایہ فراہم کیا۔ چونکہ کتاب کی اشاعت پر ہونے والے اخراجات میں زیادہ تر حیدر آباد سندھ کے احباب نے فراہم کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ اس لیے اشاعت کا مکمل انتظام ان کے سپرد کر دیا گیا۔ لہٰذا کتاب کراچی یا لاہور کے بجائے حیدرآباد سے طبع و تقسیم ہوئی، اشاعت کے اخراجات کے پیش نظر اس دوسرے ایڈیشن میں تین تصرف کئے گئے۔

۱۔ صحیح البہاری شریف کے جلد ثانی کے چاروں حصوں کو متفرق یا دو مجلدات کے بجائے ایک ہی جلد میں جمع کر دیا گیا۔

۲۔ پہلے ایڈیشن میں صفحات کے بڑے سائز کو قدرے کم کر دیا گیا۔

۳۔ نئی کتابت کے بجائے پہلے ایڈیشن سے ہی فوٹو کاپیاں تیار کی گئی ہیں یہی وجہ ہے کہ پہلے ایڈیشن اور دوسرے ایڈیشن کے

www.sunnitableegijamaat.com

صفحات نمبر مطابق ہیں، اگر چہ دوسرے ایڈیشن میں وہ حسن اہتمام نہ ہوسکا، جو پہلے پروقار ایڈیشن میں ہوا تا ہم ایک نایاب علمی خزانہ اہل علم کے ہاتھ آگیا ہے۔ الحمد لله علىٰ ذالک و جزی الله تعالىٰ من سعی فی ذالک"

جامع الرضوی المعروف بصحیح البهاری (سنن الرضوی) کا مجموعی تعارف:

یہ کتاب سنن کے انداز ے پر مرتب کی گئی ہے۔ جس کی کل چھ جلدیں مصنف علیہ الرحمہ کے پیش نظر تھیں۔ جنکی تفصیل مصنف علیہ الرحمہ نے اپنے مقدمے میں ذکر فرمائی۔ جن میں سے پہلی جلد کتاب العقائد (الایمان) کا مسودہ زیر تکمیل صورت میں موجود ہے، جس میں مصنف علیہ الرحمہ نے اپنے شیخ و استاذ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی مختلف تصانیف سے اخذ کردہ احادیث کو ابواب پر مرتب فرمایا۔ جبکہ راقم کی نظر میں ابھی یہ کام تکمیل کو پہنچنے کا منتظر ہے۔ کتاب کی دوسری جلد کتاب الطہارت و کتاب الصلوٰۃ سے متعلق احادیث کا مجموعہ ہے۔ جو ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اشاعت میں آسانی کی خاطر خود مصنف علیہ الرحمہ نے اسے چار حصوں میں منقسم فرما کر سپرد اشاعت کیا۔ یہ چاروں حصے مختلف اوقات میں آگرہ اور پٹنہ سے شائع ہوئے ۱۹۳۱ء تا ۱۹۳۷ء ان کی پہلی اشاعت مکمل ہوئی۔ چونکہ جلد دوم نے اشاعت میں تقدم حاصل کیا۔ اس لئے صحیح البهاری کتاب کا خطبہ اور مقدمہ اس سے پہلے شائع ہونے والی جلد کی ابتداء میں شامل اشاعت کیا گیا، تا کہ شائع ہونے والی کتاب جز ربط و معرفت کے ساتھ پڑھا جائے اور قاری کو آئینے کا کام دے، پھر ۱۹۹۲ء میں جلد دوم کے چاروں حصے دوبارہ یکجا ایک ہی جلد میں حیدر آباد سندھ سے شائع ہوئے۔ اس دوسرے ایڈیشن میں حضرت پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو کا تعارفی مقالہ بھی کتاب کے ابتداء میں شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

صحیح البهاری کی امتیازی حیثیت:

یہ کتاب فن حدیث کی کتب میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ خصوصاً فقہ حنفی کی مؤید احادیث کے مجموعات میں خصوصیت کی حامل ہے۔ خصوصیات و امتیازات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ بنیادی طور پر اس کتاب کا فنی اصطلاح کے اعتبار سے سنن میں شمار ہے، جن میں فقہی ابواب کی ترتیب پر احادیث کو مرتب کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اپنے مقدمے میں کتاب کے مشمولات کو ذکر کر کے ظاہر فرمایا۔ جبکہ صحیح البهاری باقی تمام سنن کے مقابلے میں سب سے جامع ہے۔ کیونکہ اس میں نہ صرف سنن بلکہ جامع، مسانید، معاجم، اور ان کے مستدرکات و مستخرجات سمیت حتیٰ کہ اجزاء، امالی اور اطراف تمام کے منفردات کو شامل ہے جس کا اندازہ اس کتاب کے ابواب اور ان کی مشمولہ احادیث سے کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ دیگر سنن کے مقابلے میں اس کتاب کا دائرہ سب سے وسیع ہے مثلاً سنن اربعہ میں عنوانات باب میں سنن نسائی سب سے وسیع ہے اگر چہ باب کی احادیث کے متابعات و شواہد میں سنن ترمذی میں فی الباب عن فلاں وفلاں کہہ کر احادیث کی تعداد مذکورہ دونوں سنن کے ابواب اور مشمولہ احادیث کی مجموعی تعداد سے بھی زیادہ ہے۔ مثلاً نسائی کتاب الطہارۃ کے کل ابواب ۱۹۹/ ہیں اور ان کے تحت احادیث کی تعداد تقریباً ۵۰۰/ ہے اور ترمذی کی کتاب الطہارۃ کے تحت ۱۰۹/ باب ہیں۔ جن کے تحت احادیث کی تعداد شواہد ۶۰۰/ سے زائد نہیں ہے، جبکہ صحیح البهاری کے طہارت کے کل ابواب کی تعداد ۱۳۶۲ اور ان کے تحت احادیث کی مجموعی تعداد ۲۲۰۰ سے زائد ہے۔ یونہی نسائی اور ترمذی کے "کتاب الجنائز" کے ابواب اور ان کی احادیث کی مجموعی تعداد سے "صحیح البهاری" کی

www.sunnitableegijamaat.com

کتاب الجنائز کے ابواب و احادیث کی تعداد زیادہ ہے۔ کیونکہ ''نسائی'' میں جنائز کے ابواب ۱۲۱ر ہیں اور ان کی احادیث ۴۰۰ کے قریب ہیں۔ اور ترمذی کے جنائز کے ابواب کی تعداد ۷۶ر اور احادیث کی تعداد ۳۰۰ کا اندازہ ہے، تو دونوں کے مجموعی ابواب ۱۹۷ اور احادیث اندازاً ۷۰۰ سو ہیں جبکہ صحیح البہاری کے جنائز کے ابواب کی تعداد ۲۴۳ اور احادیث کی تعداد تقریباً دو ہزار ہے، کہنے والا کہہ سکتا ہے۔ مصنفات اور کنوز کی احادیث کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اگر یہ تسلیم کرلیا جائے، تو بھی ابواب کی تعداد میں صحیح البہاری کو امتیازی حیثیت حاصل رہے گی۔ وللہ الحمد

۳۔ حنفی مسلک کی مؤید احادیث کے سلسلے میں، حضرت محمد ظہیر حسن شوق النیموی متوفی ۱۳۲۲ھ کی تالیف ''آثار السنن'' جو صحیح البہاری کی مطبوعہ جلد دوم کی طرح باب زیارت قبر النبی ﷺ، پر اختتام پذیر ہے اور تقریباً اسی دور کی تصنیف ہے اس کی کتاب الطہارت کے ابواب کی تعداد ۴۱ ہے اور احادیث کی تعداد ۱۹۱ ہے اور اس کے کتاب الجنائز کے ابواب ۱۹ اور احادیث کی تعداد ۶۶ ہے جبکہ اسی موضوع اور اسی دور کی دوسری تالیف ''زجاجة المصابیح'' مصنفہ سید عبداللہ بن مظفر حسین حیدرآبادی جو ''مشکوٰۃ المصابیح'' کے انداز پر حنفی مشکوٰۃ کے نام سے تعبیر کی جاتی، اور یہ واحد کامل کتاب ہے، جو فن حدیث کے طور پر تمام ابواب فقہ سے متعلقہ حنفی مسلک کی مؤید احادیث کا مجموعہ اور پانچ جلدوں میں مطبوعہ ہے، اس کی کتاب الطہارت ۱۴ر ابواب اور ۲۷۷ر احادیث پر اور کتاب الجنائز ۸ ابواب اور ۱۲۷ر احادیث پر مشتمل ہے۔ جبکہ صحیح البہاری کی کتب صلوٰۃ ۷ عدد اور ابواب بصیغہ جمع کے عنوانات ۴۱ اور ان کے تحت مفرد ابواب کی تعداد ۱۴۸۸ر اور احادیث کی تعداد تقریباً سات ہزار ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے، کہ صحیح البہاری'' اپنے ابواب اور احادیث کی عدد کے اعتبار سے تمام سنن پر فائق ہے۔

۴۔ حدیث سے استنباط و استخراج کردہ مسئلے کو ترجمۃ الباب قرار دیا جاتا ہے۔ لہذا جس کتاب کے تراجم کثیر ہونگے، اس میں مستنبط مسائل کا ذخیرہ بھی زیادہ ہوگا، اسی طرح یہ کثرت ابواب مصنف کی قوت استنباط و استخراج مسائل اور اس کی وسعت پر بھی دال ہوگی تو صحیح البہاری جہاں دیگر سنن کی نسبت اپنے موضوع میں اتم و اکثر ہے۔ وہاں اس کے مصنف بھی دیگر اصحاب سنن کی نسبت تفقہ و استنباط میں اکمل ہیں۔ کیونکہ فقہ اطلہ سے مسائل جزئیہ کے استنباط و استخراج کا نام ہے تو جب تراجم کی کثرت، احادیث اور استنباط کی کثرت پر دال ہے تو لازم ہے مستنبط و مترجم اسی نسبت سے افقہ ہوگا۔ جس نسبت سے اس کا استنباط و استخراج اکثر ہوگا تو ثابت ہوا، کہ صاحب صحیح البہاری نہ صرف ملکۂ استنباط میں وسیع و کثیر ہیں، بلکہ ذخیرۂ احادیث میں بھی وسیع النظر ہیں، تو حضور ملک العلماء محدث بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کردیا، کہ حنفی فقہ میں جزئیات کی اکثریت ائمۂ احناف کے ہاں ذخیرۂ احادیث پر دلیل ہے۔ جبکہ ان کی تصنیف کا ایک مقصد یہ دلیل قائم کرنا بھی تھا۔ سعیہ مشکور و الاتمام من اللہ۔

۵۔ عام کتب احادیث میں کتاب اس کے تحت ابواب مفردہ میں سے ہر باب کے تحت متعلقہ احادیث کو ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ بعض مثلاً مشکوٰۃ شریف میں باب کی جگہ فصل ذکر کی گئی۔ مگر صاحب صحیح البہاری نے اپنی اس کتاب میں مرکزی عنوان ''کتب بصیغہ جمع'' ذکر فرمایا۔ پھر اس کو متعدد کتب پر تقسیم فرمایا اور ہر کتاب ''ابواب بصیغہ جمع'' پر تقسیم کیا۔ پھر اس کے تحت مفرد باب پھر باب کے تحت متعلقہ احادیث کو ذکر کیا۔ مثلاً ''کتب الطہارۃ'' اس کے تحت، کتاب الوضو، وکتاب کذا وکذا ہکذا سات عنوان قائم کئے اور

www.sunnitableegijamaat.com

پھر ہر کتاب مثلاً کتاب الوضو کے تحت ابواب فرائض الوضوابواب کذاو کذا ہٰکذا گیارہ عنوان اور پھر مثلاً ابواب فرائض الوضو کے تحت باب کذاباب کذاذکر کر کے ہر باب کے تحت مثلاً باب مسح الرأس کے تحت متعدد احادیث کو ذکر فرمایا۔اس کاوش کی وجہ وہی حدیث وفقہ کی تقریب ہے، چونکہ فقہ حنفی کی خصوصیت کثرت جزئیات ہے، جن کی تفصیل کے پیش نظر مؤید احادیث کی تفصیل بھی ضروری تھی۔اس لئے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کتاب کے عنوانات میں تفصیلی تقسیم کرنا پڑی۔

(نوٹ) باب المسواک کے تحت مصنف علیہ الرحمہ نے بارہ فصلیں ذکر فرمائیں۔ جبکہ یہ انداز باقی تمام کتاب سے مختلف ہے ۔غالباًاس کی وجہ یہ ہے چونکہ مسواک سے متعلق تمام احادیث فضیلت سے متعلق ہیں۔اس لئے یہاں ابحاث کو ابواب کی نوعیت کی بجائے فصلوں پر تقسیم فرمایا۔

۶۔ صحیح البہاری میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فقہی جزئیات کی طرح تراجم میں، من، ما، این، متیٰ، کم، اور کیف وکذا یونہی احکام سبعہ فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح، حرام، اور مکروہ کوانواع اور احکام کے طور پر سمونے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔فقہ کی حتی الامکان حدیث وتقریب ہوسکے، یہ عمل مصنف علیہ الرحمہ کے فقیہ النفس ہونے کی دلیل ہے۔

۷۔ کتاب کے تراجم میں مسواک الزیتون والاراک ارسال الماء من فوق الوجه مراعاةادلةالمواقيت الشفق هو البياض كون الاذان خارج المسجد كسر اصابع الرجلين في السجود ضم اعضاء للنساء جعل الاصابع الى القبلة في السجدةلم سميٰ صلوٰة ليالي رمضان بالتراويح جیسے ابواب قائم کر کے کتاب میں ندرت پیدا کر کے اس کا ترجمان حنفیت و رضویت ہونا ظاہر فرمایا۔

۸۔ پھر تراجم میں ایک مسئلے کے احکام کی تفصیلات کو بھی پیش نظر رکھنا اس کتاب کو کتب حدیث میں ممتاز کرتا ہے مثلاً طہارۃ البیر کو، انسان، سنور، دجاجہ، فارہ، منفسخہ اور غیر منفسخہ پر اور امامت کو خیار، ابن الحسن وجہا والی امام الحی، صاحب البیت، کے اقسام پر تراجم قائم کر کے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حنفی مسلک کو ترجمان الحدیث ثابت کیا۔

۹۔ صحیح البہاری میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب اور ابواب تحت ابتداء میں متعلقہ عمل کے فوائد اور فضائل کے لئے علیحدہ علیحدہ باب ذکر کئے۔مثلاً کتاب الوضو کے تحت ایک باب بعنوان فوائد الوضوء پھر دوسرا باب فضائل الوضو کے عنوان سے قائم فرمایا ہٰکذا تقریباً ہر کتاب کے تحت یہ دو عنوان قائم فرمائے۔غالباً انہوں نے دنیاوی حسی ثمرات کو فضائل سے تعبیر فرما کر دونوں کا فرق ظاہر فرمایا، جبکہ یہ دقیق فرق عام کتب میں ملحوظ نہ رکھتے ہوئے صرف فضائل کا باب بیان کیا ہے۔

۱۰۔ صحیح البہاری کے خطبے میں حدیث کے انواع واقسام کتب واصطلاحات کو حمد صلوٰۃ اور نعت کے طور پر استعمال فرما کر مصنف علیہ الرحمہ نے نہ صرف فن حدیث بلکہ ادب العربی میں بھی اپنی خداداد صلاحیت کا مظاہرہ فرمایا جس کا ادراک رکھنے والا کرنے والا ہر شخص یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ نہ صرف ملک العلماء ہیں بلکہ ملک الفنون بھی ہیں۔

۱۱۔ کتاب کی ابتداء میں فاضل بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک جامع مقدمہ پیش کیا۔جو فن حدیث کو مختلف جہات سے محیط ہے۔جس کا مطالعہ فن حدیث میں بصیرت کیلئے ضروری ہے، بلکہ یہ مسلک اہلسنّت کے متعلق فرق باطلہ کی تمام تشکیکات واغلاط کے جوابات کیلئے ضروری ہے، کہ جو سیکڑوں کتب کے مطالعے کا

www.sunnitableegijamaat.com

حاصل ہے۔مقدمے کو مصنف علیہ الرحمہ نے حدیث سے متعلق ۳۲فوائد کے عنوان سے مرتب فرمایا ہے۔اس مقدمے کے متعلق پروفیسر علامہ مختارالدین آرزو صاحب نے اپنے تعارفی مقالے میں یوں تحریر فرمایا ہے ''مقدمہ جو ۲۵ صفحات پر پھیلا ہوا ہے ہر طرح قابل قدر ہے، اس میں اصول حدیث کے فوائد ۳۲ فصلوں میں لکھے گئے ہیں۔جن میں نہایت قیمتی معلومات درج ہیں جن کا جاننا حدیث شریف کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے بے حد ضروری ہے۔مقدمہ تحریر کرتے وقت مؤلف علام کے پیش نظر امہات کتب تھیں۔لیکن سب سے زیادہ استفادہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے ان تفردات سے کیا ہے، جنہیں برسوں پہلے انہوں نے بڑی توجہ وانہماک سے جمع کرکے ''الافادات الرضویہ'' کے نام سے مرتب فرمایا۔خود مصنف علیہ الرحمہ نے اس مقدمے کو یوں متعارف فرمایا،

ولنقدم قبل الشروع فی المقصود مقدمۃیشتمل فوائد التقـدمہا من تصانیف العلماء لاسیما سیدی وملاذی شیخی واستاذی شیخ الاسلام والمسلمین وارث علوم سید المرسلین مؤید الملۃ الطاہرہ مجدد الامائۃ الحاضرہ مولانا شاہ احمد رضا خان القادری البرکاتی البریلوی نفعنااللہ تعالیٰ ببرکاتہ فی الدنیا والآخرۃ۔

جناب پروفیسر آرزو صاحب نے جہاں مقدمے کو قیمتی معلومات بے حد ضروری حدیث دانی کے لئے لابدی قرار دیا۔ وہاں مصنف علیہ الرحمہ نے مقدمہ اور فوائد کو نکرہ ذکر فرما کر خود ان کی عظمت واہمیت کا اظہار فرمایا ہے۔پھر جس طرح خود مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان فوائد کا ماخذ خصوصیت سے اپنے پیر ومرشد واستاذ شیخ الاسلام مجدد ملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب کو قرار دیا ہے اسی طرح پروفیسر صاحب نے اپنے والد گرامی کی اس علمی تحقیقی اہم خدمت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان فوائد کو اعلیحضرت عظیم البرکت کے خصوصی فیوض وبرکات قرار دیے۔اس نسبت سے عظمت حاصل کرنے پر باپ اور بیٹے دونوں کی اعظمیت کو سلام۔نہ خود مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو اپنی عظمت وفخر کے خلاف سمجھا اور نہ ہی قابل قدر بیٹے نے بڑائی کا اظہار کرنے کے لئے اس کو اپنے عظیم المرتبت باپ کی عظمت کے خلاف محسوس کیا عظمت فہمی کا یہ عروج انہی خوش نصیبوں کا حصہ ہے جنہوں نے اپنے تمام تر کمالات کو اپنے اسلاف واکابر کے دامن سے وابستہ کررکھا ہے۔

☆☆☆

''میری نظر میں اس کتاب کا نام ''جامع الرضوی'' دو طرح سے درست قرار دیا جاسکتا ہے۔ایک یوں کہ جامع اصطلاحی مراد لیا جائے اور توجیہ یہ کی جائے، کہ مذکورہ شمولات کو مصنف علیہ الرحمہ نے ابتدائی خاکے کے طور پر فرمایا، جبکہ جامع، کے بقیہ ابواب کا اضافہ بھی مقصود تھا، دوسری توجیہ جو کہ ظاہر ہے، مصنف علیہ الرحمہ نے اس کتاب کے نام میں، جامع، کو اصطلاحی معنیٰ میں استعمال نہیں فرمایا، بلکہ لغوی معنیٰ سے، جامع کو مضاف قرار دیا۔'' (مفتی عبدالقیوم ہزاروی)

www.sunnitableegijamaat.com